88-1
(1124)

وَقَدْ اَخَذَ مِيثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

ماہنامہ میثاق لاہور

مطبوعہ

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی

۳۶ - کے ماڈل ٹاؤن ——— لاہور

Siddiq Sons Industries Ltd.

Largest Manufacturers & Exporters of :

WATERPROOF COTTON CANVAS, TARPAULINS, TENTS, WEBBING AND OTHER CANVAS PRODUCTS,

HEAD OFFICE :

709, 7TH FLOOR, QAMAR HOUSE,

M.A. JINNAH ROAD, KARACHI (PAKISTAN)

2 - K GULBERG II, SHAHRAH-E-IQBAL, LAHORE.

TELEFHONE : 870512 880731

ماہنامہ

میثاق

لاہور

6/16/36

قرآن اکیڈمی کراچی

جلد [illegible] | شمارہ ۷ | شوال المکرم ۱۴۰۴ھ مطابق جولائی ۱۹۸۴ء

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

حافظ عاکف سعید

سالانہ زرِ تعاون
۳۰ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مکتبہ تنظیم اسلامی
فون: ۸۵۲۶۱۱

سب آفس: ۱۱ داؤد منزل
نزد آرام باغ، شاہراہ لیاقت کراچی

کراچی فون برائے رابطہ
۲۱۴۷۰۹

مشمولات

عرضِ احوال — جمیل الرحمٰن — ۳

الہدیٰ (سولہویں نشست) — ڈاکٹر اسرار احمد — ۹

توحیدِ عملی اور فریضۂ اقامتِ دین (۶) — ڈاکٹر اسرار احمد — ۲۱

غیبت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں — شبیر احمد — ۳۷

درسِ حدیث — ڈاکٹر عبدالسمیع — ۴۹

عورت اور اسلامی معاشرہ — احمد افضل — ۵۷

اسلام میں عملی زندگی (۲) — ملک اقبال واحد — ۶۹

رفتارِ کار — تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع کی رپورٹ — محمد اکرم بھٹی — ۸۵

جمیل الرحمٰن

عرضِ احوال

بفضلہٖ تعالیٰ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ مطابق جولائی ۱۹۸۴ء کا شمارہ ہدیۂ قارئین ہے۔ امسال تقریباً پورا ملک گرمی کی جس شدید لہر کی زد میں آیا ہوا ہے، اس کا اندازہ ہمارے قارئین کرام کو بخوبی ہوگا۔ اس پر مستزاد اس شدید ترین موسم گرما میں رمضان المبارک کے روزے ــــ وہ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہوا کہ اس شمارے کے اکثر و بیشتر مضامین مئی ۸۴ ہی میں کتابت کے مراحل سے گزر چکے تھے۔ اسی باعث ہم اس قابل ہوئے کہ پرچہ انشاء اللہ وقت پر منصۂ شہود پر آجائے گا۔

بحمداللہ وعونہٖ تنظیم اسلامی کا نواں سالانہ اجتماع ۲۵ مئی کو شروع ہو کر ۳۰ مئی کو اختتام پذیر ہوا۔ (سابقہ شمارے میں غلطی سے اس اجتماع کو آٹھواں سالانہ اجتماع لکھا گیا تھا۔ حالانکہ یہ نواں سالانہ اجتماع تھا)۔ اس گرمی کے شدید موسم میں کراچی سے لے کر پشاور تک جہاں جہاں بھی مقامی تنظیمیں، اسرہ جات اور منفرد رفقاء رہائش پذیر ہیں وہاں سے رفقاء کی اکثریت نے اس اجتماع میں شرکت کی۔ شکاگو (شمالی امریکہ) سے بھی جناب ڈاکٹر محمد افضل فردوسی صاحب نے اس اجتماع میں شرکت کی۔ موصوف صرف اجتماع میں شرکت کے لیے لاہور تشریف لائے تھے۔ رفقاء کے علاوہ متعدد حضرات بحیثیت مبصر اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ جن میں سے چودہ افراد امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے تنظیم اسلامی میں شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے۔

اس اجتماع میں مرکزی تنظیم کی سالانہ رپورٹ کے ساتھ ساتھ مختلف مقامی تنظیموں کے امراء کی جانب سے اپنے اپنے علاقوں میں تنظیم کے دعوتی و تبلیغی کاموں اور سرگرمیوں کی رپورٹ

بھی پیش ہوئی۔ مزید براں امریکہ اور کینیڈا کی تنظیموں اور بیرون ملک جہاں جہاں تنظیم کے منفرد رفقاء موجود ہیں، ان کی سرگرمیوں کی رپورٹ بھی پیش ہوئی ــــــ اس اجتماع کی اہم ترین خصوصیت یہ تھی کہ یہ محض تنظیم کی سال بھر کی کارگزاریوں اور سرگرمیوں کی رپورٹوں اور ضابطے کی کارروائیوں پر مشتمل نہیں تھا بلکہ اس کی نوعیت تربیتی اجتماع کی بھی تھی، چنانچہ پانچ دن تک امیر محترم نے دروس قرآن حکیم اور لیکچرز کے ذریعہ تنظیم کی دعوت کے اصول و مبادی، اس کی خصوصیات اور ان امور پر جو دوسری دینی جماعتوں کے مقابلے میں تنظیم اسلامی کے لیے مابہ الامتیاز ہیں، بڑے شرح و بسط اور مستحکم استدلال کے ساتھ روشنی ڈالی۔ ساتھ ہی قرآن حکیم کے مختلف مقامات کے حوالے سے وہ اوصاف بھی بیان فرمائے جو اس ہیئت اجتماعیہ کے رفقاء میں مطلوب ہیں جو وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ کے پیش نظر وجود میں آئی ہو، اور جس کا نصب العین صرف اور صرف آخرت میں رضائے الٰہی کا حصول اور اُخروی نجات و فلاح ہو ــــــ راقم کا محتاط اندازہ ہے کہ اس سالانہ اجتماع میں امیر محترم نے روزانہ قریباً چھ سات گھنٹے تک مختلف موضوعات کے ذیل میں خطاب فرمایا ــــ سوالات کے جوابات دیے، اشکالات کو رفع کیا۔ پھر تنظیم کی پیش کردہ رپورٹوں پر تبصرہ فرمایا اور مفید مشورے دیے۔ واقعہ یہ ہے کہ امیر محترم جس طرح اپنی زندگی اور صحت جیسی متاع عزیز کو اللہ کے دین کی سرفرازی کے لیے لگا رہے ہیں، اس میں رفقاء کے لیے ایک اہم سبق ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امیر محترم کی ان مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور آخرت میں ان کو اجر عظیم سے نوازے امیر محترم نے اس مقصد کے لیے قرآن حکیم کے جن مقامات کا انتخاب فرمایا تھا، انشاء اللہ اس پر مشتمل جلد ہی دوسرا منتخب نصاب مرتب ہو کر شائع ہو جائے گا۔ نیز کوشش ہو گی کہ ان دروس کو ٹیپ سے منتقل کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ۝

اس اجتماع میں تین دن تک نماز فجر سے پہلے امیر محترم نے ان سورتوں کے مطالب و مفاہیم بھی اختصار سے بیان کیے جن کی اس روز نماز فجر کی دونوں رکعات میں قرأت ہوئی تھی۔ مزید براں تین دن تک نماز فجر کے بعد جناب ڈاکٹر تقی الدین صاحب (پی ایچ ڈی اور فارغ التحصیل درس نظامی) (نائب امیر تنظیم اسلامی برائے سندھ) نے

ایک گھنٹہ تک درسِ حدیث دیا جس کا موضوع یہ تھا کہ جو ہیئتِ اجتماعیہ، عبادتِ رب، شہادت علی الناس اور اقامتِ دین کے لیے قائم ہوئی ہو، اس کے رفقاء کو تعلق مع اللہ کے لیے ان مسنون اذکار و اوراد کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

سابقہ شمارے میں اس ارادے کا اظہار کیا گیا تھا کہ امیر محترم نے مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیرِ اہتمام چھٹے محاضرات قرآنی میں "جہاد بالقرآن" اور "اسلامی انقلاب کے لیے التزام جماعت اور مسئلہ بیعت" پر جو دو تقاریر کی تھیں، ان کو نویں سالانہ اجتماع تک شائع کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بحمداللہ اپریل ہی میں دونوں تقاریر کو ٹیپ سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر لیا گیا تھا۔ لیکن انسان کے چاہے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ نہ چاہے۔ چنانچہ ایک خوش نویس صاحب اپنی چند ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے جہاد بالقرآن والی تقریر کی کتابت کا کام وقت پر مکمل نہ کر سکے حالانکہ ان کو ڈیڑھ ماہ کا وقت دیا گیا تھا۔ بہرحال انشاء اللہ یہ دونوں تقاریر اب جولائی کے اواخر یا اگست کے اوائل میں شائع ہو جائیں گی۔ — الحمد للہ امیر محترم کے دو خطابات پر مشتمل ایک "اسلام میں عورت کا مقام" اور دوسرے "دینی فرائض کا جامع تصور"، تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع کے اختتام سے قبل ہی منصۂ شہود پر آگئی تھیں۔ امیر محترم کے یہ دونوں خطابات نہایت اہم ہیں۔ بالخصوص پہلا خطاب وقت کے اہم اور نازک ترین مسئلہ یعنی "اسلام میں عورت کا مقام" پر کتاب و سنت کی روشنی میں نہایت مدلل بحث کی گئی ہے۔ ہم قارئین میثاق کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان دونوں کا بالاستیعاب مطالعہ فرمائیں اور اگر ان کا دل گواہی دے کہ ان میں حق بات کہی گئی ہے تو ان کو اپنے حلقہ تعارف و اثر میں پھیلائیں۔ انشاء اللہ ان کا یہ تعاون، تعاون علی البر شمار ہو گا۔

جیسا کہ میثاق کے قارئین کو علم ہو گا کہ ۱۹۷۹ء سے ہر سال امیر محترم کا شمالی امریکہ کے لیے دعوتی دورہ ہو رہا ہے۔ ۸۳ء میں تو یہ دورہ دو مرتبہ ہوا۔ ایک جولائی میں اور دوسرا دسمبر میں۔ برصغیر پاک و ہند کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات شمالی امریکہ میں مقیم ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ برصغیر کے Talent کا کثیر حصہ شمالی امریکہ میں مقیم ہے چنانچہ

ان تک تنظیم اسلامی کی دعوت پہنچانا انشاء اللہ مستقبل قریب میں پاکستان میں توسیع و استحکام دعوت کے لیے انتہائی مفید ہوگی۔ چونکہ ان میں سے متعدد حضرات جلد ہی مراجعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان دوروں کے نتیجہ میں بحمداللہ شکاگو (امریکہ) اور ٹورنٹو (کناڈا) میں تنظیم اسلامی قائم ہو چکی ہے اور رفقاء میں ایسے تعلیم یافتہ حضرات کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ جو مختلف علوم و فنون میں پی ایچ ڈی ہیں بعض ایسے حضرات بھی ہیں جنہوں نے کئی مضامین میں پی ایچ ڈی کر رکھا ہے۔ مزید براں امریکہ اور کناڈا کے چند دوسرے شہروں میں بھی دعوت کا بیج پڑ چکا ہے اور مختلف مقامات سے لوگ منفرد طور پر تنظیم اسلامی سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ اس جمہوریت زدہ دور میں انتہائی تعلیم یافتہ افراد کا سمع و طاعت اور ہجرت و جہاد کے لیے بیعت کے نظام کو قبول کر کے تنظیم اسلامی میں شمولیت درحقیقت خالصتہً اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم ہے۔

امسال امیر محترم ۷ / جولائی کو سال رواں کے لیے پھر شمالی امریکہ کے دعوتی دورے پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس دورے میں ہمارے رفیق ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب فیلو قرآن اکیڈمی انشاء اللہ امیر محترم کے ہمراہ ہوں گے۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی ہے کہ انہوں نے نہ صرف دعوت کے تمام اصول و مبادی کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ بلکہ امیر محترم کے دروس و خطابات کو اپنے ذہن و قلب میں اچھی طرح جذب کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خطابت کے وصف سے بھی نوازا ہے۔ اس وقت تک ڈاکٹر سمیع صاحب دروس قرآن اور خطاب کے لحاظ سے صف دوم میں سب سے ممتاز شخصیت ہیں۔ امیر محترم کا ارادہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو کچھ عرصہ کے لیے شکاگو کے مرکز کے لیے وقف کر دیا جائے۔ تاکہ موصوف اس مرکز میں مستقل طور پر بیٹھ کر ایک طرف دعوت قبول کرنے والوں کی تربیت اور تنظیمی اعتبار سے استحکام کی کوشش کریں تو دوسری طرف امریکہ کے مختلف شہروں میں مقیم برصغیر پاک و ہند کے لوگوں میں توسیع دعوت کے لیے بھی سعی و جدوجہد کر سکیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو استقامت عطا فرمائے، ان کی مساعی کو مشکور فرمائے اور ان سب کو ان کے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب امیر تنظیم اسلامی ۵ مئی ۱۹۸۴ کو عمرہ ادا کرنے کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے تھے۔ اس مبارک سفر میں ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ اور ان کے منجھلے بیٹے حافظ عاکف سعید ان کے ہمراہ تھے۔ امیر تنظیم کا یہ سفر ۱۱ دنوں پر محیط تھا۔ اس دورے میں موصوف کو وزٹ ویزے (Visit Visa) کی سہولت حاصل تھی۔ جس کے باعث آپ کے لئے یہ ممکن ہو سکا کہ آپ جدہ، مکہ اور مدینہ کے علاوہ سعودی عرب کے دیگر شہروں کا بھی دورہ کر سکیں۔ چنانچہ ۶ مئی کو عمرہ ادا کرنے کے بعد امیر محترم ایک روز کے لئے ڈاکٹر شجاعت برنی کے ہمراہ طائف تشریف لے گئے۔ سعودی عرب میں چونکہ حکومت کی جانب سے عائد شدہ پابندیوں کے باعث کوئی کھلا (Open) اجتماع کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ڈاکٹر برنی صاحب نے ایک صاحب کے مکان پر اجتماع کا اہتمام کیا تھا۔ جہاں ایک Selected Gathering سے ڈاکٹر صاحب نے خطاب کیا ۱۰ مئی کو امیر تنظیم جدہ تشریف لے گئے تھے جہاں احباب نے ایک اجتماع کا اہتمام کیا تھا۔ یہ اجتماع رفیق تنظیم اسلامی فیض اللہ خاں صاحب کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ جہاں ۷۰ کے لگ بھگ افراد جمع تھے۔ امیر محترم نے "ہماری دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ جدہ سے بذریعہ ہوائی جہاز ڈاکٹر صاحب ریاض تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر برنی آپ کے شریک سفر تھے۔ وہاں دو مقامات پر خطاب کا موقع ہوا۔ جہاں سامعین کی اچھی خاصی تعداد اجتماعات میں شریک ہوئی۔ ریاض سے امیر تنظیم دہران تشریف لے گئے۔ ائرپورٹ پر پرائم انڈسٹریز کے شہباز چودھری صاحب استقبال کے لئے موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا قیام دمام میں رہا۔ یہاں دو بھرپور پروگرام ہوئے۔ پہلا پروگرام پٹرولیم یونیورسٹی دہران میں ہوا۔ جہاں ایک محدود اجتماع سے امیر محترم نے خطاب فرمایا۔ بعد ازاں ایک پروگرام پاکستان کمیونٹی سکول میں ہوا سکول کے نگران جناب عباس حسین ملک صاحب نے بڑے پیمانے پر اجتماع کا اہتمام کیا تھا۔ چنانچہ سکول کے احاطے میں تقریباً دو ہزار افراد کے ایک بھرپور اجتماع سے ڈاکٹر صاحب نے خطاب فرمایا۔ سعودی عرب کے مخصوص حالات کے اعتبار سے یہ ایک بہت بڑا اجتماع تھا ـــــ دہران سے ڈاکٹر صاحب ریاض تشریف لائے اور وہاں سے بذریعہ کار مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس طویل سفر میں رفیق تنظیم جناب محمد رفیق صاحب ان کے "رفیق" تھے۔ راستے میں بریدہ میں چند گھنٹے قیام کیا جہاں زبیر عمر صدیقی صاحب سے ملاقات رہی۔ زبیر عمر صاحب نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے کچھ احباب کو جمع کر لیا اور ایک اجتماع کی صورت بن گئی۔ مدینہ منورہ میں دو دن قیام رہا اور تیسرے روز یعنی ۱۷ مئی کو جدہ واپسی ہوئی۔ وہاں شام کو پھر ایک اجتماع سے خطاب تھا۔ یہاں موضوع تھا "جماعت کی ضرورت اور نظام بیعت" ـــــ یہاں لگ بھگ ۱۶۰ افراد کا اجتماع میں شریک تھے۔ اگلے روز جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر فرحت برنی کی معیت میں مسجد حرام تشریف لے گئے اور اگلے روز ۱۹ مئی کو رات ½ ۸ کی فلائٹ سے کراچی کے لئے عازم سفر ہوئے۔ اس طرح دو ہفتوں پر محیط یہ بھرپور پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

رمضان المبارک رحمت، مغفرت اور عتق من النار کا مہینہ ہے۔ یہ شہر الصبر ہے۔ اس مبارک مہینے میں ہر سال قرآن اکیڈمی میں قرآنی علوم و عرفان کی بارش ہوتی ہے۔ امسال اس بہار کی ۲۲ رمضان المبارک تک کی روداد راقم کے رفیق کار میاں حافظ عاکف سعید سلمہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔
(جمیل الرحمٰن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رمضان اور قرآن کا جو باہمی تعلق ہے دینی ذوق رکھنے والے حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں۔ محترم والد صاحب امیر تنظیم اسلامی رمضان المبارک سے متعلق اپنی تقاریر میں اس نکتے پر خاص زور دیا کرتے ہیں کہ دیگر تمام مہینوں پر رمضان المبارک کو جو فضیلت حاصل ہے "درحقیقت قرآن کی وجہ سے ہے کہ یہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ اور اس مبارک مہینے کی رات میں قیام اللیل یا تراویح کا جو نظام دین میں قائم ہے یہ دراصل قرآن حکیم کے ساتھ تجدید تعلق کا ایک پروگرام ہے۔[1] لہٰذا اس ماہ کے دوران اس بات کا بھرپور اہتمام کیا جانا چاہیے کہ قرآن حکیم کے ساتھ ہمارا تعلق صحیح خطوط پر استوار ہو اور ہم زیادہ سے زیادہ وقت اس قرآن کو سننے اور اس کے مفاہیم کو سمجھنے کی کوشش میں صرف کریں۔

جامع القرآن، قرآن اکیڈمی میں یوں تو ہر سال ہی تراویح کے ذیل میں خصوصی پروگرام ترتیب دیا جاتا رہا ہے لیکن اس سال دورہ ترجمۂ قرآن کا جو پروگرام یہاں چل رہا ہے وہ ایک منفرد شان کا حامل ہے اور غالباً اپنے طرز کی یہ پہلی کامیاب کوشش ہے۔ نماز تراویح کی ہر چار رکعتوں سے قبل ان میں پڑھی جانے والی آیات کا ترجمہ محترم والد صاحب بیان کرتے ہیں اور جہاں ضرورت محسوس ہوتی ہے ربط آیات کی جانب بھی اشارہ فرما دیتے ہیں۔ اس طرح کل پانچ مرحلوں (Sessions) میں تراویح کا پروگرام مکمل ہوتا ہے۔ ہر چار رکعتوں اور اس سے قبل ترجمے کے بیان میں اوسطاً ۵۰/۵۵ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر چار سے ساڑھے چار گھنٹوں کے مابین یہ پروگرام مکمل ہوتا ہے۔ رات ۹½ بجے عشاء کی جماعت کھڑی ہوتی ہے اور صبح ۲ بجے یہ سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔ اور چونکہ اس کے فوراً بعد سحری کھانے کا وقت ہوتا ہے۔ اس طرح گویا تمام رات نماز تراویح اور دورہ ترجمہ قرآن کے پروگرام میں گزرتی ہے۔

[1] ملاحظہ فرمائیے ڈاکٹر صاحب کا مختصر پمفلٹ "حقیقت صوم"

پروگرام کی طوالت اور موسم کی شدت کے پیش نظر ابتداءً خیال یہ تھا کہ یہ پروگرام بہت کٹھن ہو جائے گا۔ اور اس میں شرکاء کی تعداد بہت کم رہے گی لیکن یہ اللہ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ اس نے اس بظاہر کٹھن پروگرام کو شرکاء کے لئے بہت آسان بنا دیا اور ان کا عام تاثر یہ ہے کہ یہ پروگرام اتنا مفید اور پرکشش ہے کہ پوری رات جاگنے کے باوجود کسی مرحلے پر بھی بوریت یا گرانی کا احساس نہیں ہوتا اور یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور اس کے کلام کی برکت کا مظہر ہے۔

اس ماہ مبارک کے آغاز میں مذکورہ بالا پروگرام میں شرکاء کی تعداد تقریباً دو صد تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بتدریج شرکاء کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اب آخری عشرے کے آغاز سے یہ تعداد ساڑھے تین صد سے متجاوز ہو چکی ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّة

طالبانِ علمِ قرآن حکیم متوجہ ہوں!

دورۂ ترجمۂ قرآن کے کیسٹ

موجودہ رمضان المبارک میں تراویح کے دوران

ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی)

ہر چار رکعتوں سے قبل اُن میں پڑھے جانے والے حصہ قرآن کا ترجمہ اور آیات اور سورتوں کا باہمی ربط بیان فرما رہے ہیں۔ جسے کیسٹوں میں محفوظ کیا جا رہا ہے۔ توقع ہے کہ پورے قرآن حکیم کا یہ ترجمہ ۹۰ سی کے ۵۵ کیسٹوں میں مکمل ہو گا۔ خواہشمند حضرات اپنے آرڈر جلد بُک کرائیں۔

نشر القرآن کیسٹ سیریز ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

الہدیٰ

(سولہویں نشست)

اُولوا الالباب کے ایمان کی کیفیت

سورۂ آلِ عمران کے آخری رکوع
آیات ۱۹۰ تا ۱۹۵ کی روشنی میں

(مباحث ایمان)

ڈاکٹر اسرار احمد

کے ٹیلیویژن کے دروس کا سلسلہ

(۳)

السلام علیکم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا
بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ
عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا
وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ
لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ

عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ
مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ
عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ
حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ (صدق اللہ العظیم)

حاضرینِ کرام اور محترم ناظرین!

یہ اس سلسلۂ دروس کے پانچویں درس کا نصف ثانی ہے جو سورۂ آلِ عمران کی آیات ۱۹۳، ۱۹۴ اور ۱۹۵ پر مشتمل ہے۔ ان سے پہلے کی آیات پر ہم نے گزشتہ نشست میں جو قدرے تفصیلی گفتگو کی تھی، ایک محقق و مفسر اور مفکر کے قول کے مطابق اس کا حاصل ہے ایمانِ عقلی۔ یعنی ایک سلیم الفطرت انسان اپنی عقل کی رہنمائی میں جب ذہنی و فکری سفر طے کرتا ہے تو کتابِ فطرت کے مطالعے اور مظاہرِ فطرت کے مشاہدے اور اپنے تعقل و تفکر سے وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت تک خود پہنچ جاتا ہے۔ اب ان آیات میں جو ہم آج پڑھ رہے ہیں ایمانِ سمعی کا ذکر ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنی عقل کے سفر کے نتیجے میں اس مقام تک پہنچ چکے ہوتے ہیں جس کا ابھی ذکر ہوا۔ تو ان کے کانوں میں جب کسی نبی کی دعوت پہنچتی ہے جو انہی امور پر مشتمل ہوتی ہے کہ مانو اس حقیقت کو کہ اس کائنات کا ایک خالق و مالک ہے وہ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے وہ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہے۔ وہ اَلْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ہے۔ مانو اس بات کو کہ زندگی صرف اس دنیا کی زندگی نہیں ہے اور موت زندگی کے خاتمے کا نام نہیں بلکہ موت زندگی کا ایک وقفہ ہے یعنی "آگے بڑھیں گے دم لے کر"۔ اصل زندگی کا سفر موت کے بعد شروع ہوتا ہے: وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۔ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے کاش کہ انہیں معلوم ہوتا! اُس زندگی میں اس زندگی کے اعمال کے بھرپور نتائج نکلیں گے۔ الغرض

پر مشتمل جب کسی نبی کی دعوت ان اولوالالباب کے سامنے آتی ہے تو ظاہر بات ہے کہ پھر ایسے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی کی دعوت پر والہانہ لبیک کہتے ہیں۔ ان کی تصدیق کرتے ہیں بالکل اس کیفیت کے ساتھ جو اس شعر میں ہے کہ

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ان کے اس موقع پر جو احساسات اور جذبات ہوتے ہیں، انہیں الفاظ کا جامہ پہنا کر ان آیاتِ الٰہیہ میں دُعا کی صورت میں ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ ذرا ترجمہ کو ایک مرتبہ پھر ذہن میں تازہ کر لیں :۔

"اے ربّ ہمارے! ہم نے سنا ایک پکارنے والے کی پکار کو کہ وہ ایمان کی صدا لگا رہا ہے، ایمان کی منادی کر رہا ہے کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر پس ہم ایمان لے آئے۔ تو اے ہمارے رب! ہماری اب تک کی زندگی کی جو خطائیں ہیں، غفلت کی جو زندگی اب تک گزری ہے، اس میں جو گناہ اب تک ہم سے سرزد ہوئے ہیں ان کو معاف فرما دے اور اگر ہمارے دامن کردار پر کوئی دھبے اور داغ ہیں تو انہیں تُو اپنے فضل و کرم سے دھو ڈال : وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا ۔ اور جب ہم اس دُنیا سے رخصت ہوں جب تُو ہمیں وفات دے تو اپنے نیکوکار بندوں کی معیّت ہمیں عطا فرما ۔ انہیں ہمیں شامل فرما: وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۔ پھر اے رب ہمارے! ہمیں وہ سب کچھ عطا کیجیو جس کا وعدہ تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کے توسط اور وساطت سے کیا ہے ۔ اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجیو یقیناً تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرنے والا نہیں ہے"

یہ بڑی عظیم دُعا ہے اور عجیب حُسنِ اتفاق ہے کہ سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران میں جو بہت سے امور مشابہت کے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ سورہ بقرہ کے اختتام پر بھی ایک عظیم دُعا آتی ہے : رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ (الیٰ اخرالسورۃ)۔ اسی طرح یہ عظیم دُعا ہے جو سورہ آلِ عمران کے آخری رکوع

میں وارد ہوئی ہے۔

اب جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ہیں وہ لوگ جن کو ہم دینی اصطلاح میں "صدیقین" کہتے ہیں۔ جو نبی کی دعوت کو قبول کرنے میں پیش قدمی کرتے ہیں، کوئی توقف نہیں کرتے۔ انہیں اس بارے میں کوئی اشتباہ لاحق نہیں ہوتا۔ وہ کوئی اعتراض وارد نہیں کرتے۔ وہ کوئی جرح نہیں کرتے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ آپ ہم کو یہ دعوت دینے والے کون ہوتے ہیں! ۔ بلکہ ان کے قلوب کی کیفیت وہ ہوتی ہے کہ جیسے کوئی نمازی وضو کر کے نماز کے لئے تیار بیٹھا ہو اور صرف انتظار کر رہا ہو کہ اذان کی آواز جیسے ہی کان میں آئے وہ فوراً مسجد کا رُخ کرے۔ یہی کیفیت صدیقین کی ہوتی ہے جن کی فطرتیں صالح ہوتی ہیں۔ جن کی عقل سلیم ہوتی ہے جو خود غور و فکر کے نتیجے میں ان نتائج کے آس پاس پہنچ چکے ہوتے ہیں کہ جن کی دعوت وحی کے ذریعہ سے انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتی ہے۔ پھر وہ اس دعوت کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ان صدیقین کو اس دعوت کو قبول کرنے میں کوئی تذبذب، تأمل اور تردّد نہیں ہوتا چونکہ یہ تو خود ان کی اپنی فطرت کی پکار ہوتی ہے۔ یہ تو ان کے باطن کے مضمر حقائق ہوتے ہیں جو نبی کے قلب پر وحی کا جامہ پہن کر وارد ہوتے ہیں اور اب نبی کی زبان سے ان کے کانوں میں پڑ رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی جو شانِ تصدیق ہے، وہ جس کیفیت کے ساتھ ایمان لاتے ہیں، اس میں ایک والہانہ انداز ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جس کے سامنے بھی دعوت رکھی اس نے تھوڑی دیر کے لئے ضرور کچھ توقف کیا۔ سوائے ابو بکرؓ کے کہ انہوں نے ایک لمحہ کا توقف کئے بغیر فوراً میری تصدیق کر دی۔ اب آپ خود سوچیے کہ ایسا کیوں ہوا! معلوم ہوا کہ ان کے قلب و ذہن کے اندر یہ کیفیات پہلے سے موجود تھیں لہٰذا انؓ کو اُن حقائق کے ادراک، شعور اور پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ واقعہ معراج کی تصدیق کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کو بارگاہ نبوّت و رسالت سے 'صدیق' کا لقب اور خطاب مِلا تھا۔ اور پوری اُمّت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر ہیں رضی اللہ

تعالےٰ عنہ وارضاہُ ۔ انبیاء کرام کے بعد آں جنابؓ صدیقیت کی کامل ترین مثال ہیں اسی لئے ہمارے جمعہ کے خطبوں میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابوبکرؓ الصدیق ۔ مفسرینؒ کا اس امر پر اجماع ہے کہ سُورۃ الّیل کی یہ آیات صدیقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں : فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾ اور ان کی مصداق کامل ہے ذاتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

یہ بھی ذہن میں رکھیئے کہ تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اگرچہ پورے عرب میں بالعموم جہالت کی شدید اور گہری تاریکیاں تھیں اور مکّہ میں بالخصوص ظلمت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور عالم یہ تھا کہ جیسے "دنیا کے بتکدوں میں وہ پہلا گھر خدا کا"۔ وہ گھر جو تعمیر ہوا تھا توحید کیلئے اور اقامتِ صلوٰۃ کے لئے وہ گھر تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز بنا ہوا تھا ۔ شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فطرتِ انسانی بالکل مسخ ہو چکی تھی ۔ اسی مکّہ کی سرزمین میں عین اسی دور میں ابوبکرؓ بھی موجود ہیں ۔ جنہوں نے کبھی شرک نہیں کیا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابھی وحی نبوّت کا آغاز بھی نہیں ہوا لیکن ابوبکرؓ پہلے سے موحد تھے ۔ اسی طرح حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی ابتداہی سے موحد تھے ۔ اور بھی مثالیں موجود تھیں ۔ ایک صاحب زید بن عمر بن نفیل تھے جن کا آں حضورؐ پر وحی کے آغاز سے قبل انتقال ہو گیا تھا، ان کا حال روایات میں یہ آتا ہے کہ وہ کعبہ کے پردے پکڑ پکڑ کر اللہ سے دعا کیا کرتے تھے کہ "اے ربّ ! میں صرف تیری پوجا کرنا چاہتا ہوں میں ان تمام معبودانِ باطل سے اعلانِ برأت کر رہا ہوں جن کو اہل مکّہ پوجتے ہیں اور جن سے تیرے گھر کو آباد کر رکھا ہے ۔ میں تیری ہی پرستش کرنا چاہتا ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ کیسے کروں!" ان ہی کے صاحبزادے ہیں حضرت سعید ابن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو یکے از عشرۂ مبشرہ ہیں ۔ جو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بہنوئی ہیں ۔ ظاہر بات ہے کہ زید جیسے موحد کی آغوش میں تربیت پانے والے کی فطرت میں ان تمام حقائق کا موجود ہونا بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضورؐ پر ایمان لانے میں سبقت کی ۔ روایات میں چند اور حضرات کا بھی ذکر ملتا

ہے جو اپنی فطرت سلیمہ اور عقل صحیحہ نیز اپنے غور و فکر سے توحید اور معاد کی معرفت حاصل کر چکے تھے لیکن ان کا نبی اکرم پر آغازِ وحی سے قبل انتقال ہو گیا تھا۔

تو یہ ہیں درحقیقت اولوالالباب، ہوش مند اور باشعور لوگ جو عقل کی رہنمائی میں سفر کر رہے ہیں، جن کی فطرت مسخ نہیں ہوئی ہے۔ فطرت میں ودیعت شدہ حقائق ابھی اجاگر ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ جب انبیاء علیہم السلام کی دعوت سنتے ہیں تو کسی رَدّ و قدح کے بغیر فوری طور پر اس کو قبول کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال قرآن مجید میں ایک اور بھی ہے۔ ساتویں پارے کی پہلی آیت ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ "اور جب انہوں نے سنا جو کچھ نازل ہوا ہے رسول پر (صلی اللہ علیہ وسلم)، تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ نکلی ہیں شدّتِ تاثر کی وجہ سے۔ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ۔ معرفتِ حق کا اتنا گہرا اثر ان کے قلوب پر ہوا۔ اور جذبات کے اندر وہ کیفیت پیدا ہوئی کہ بے اختیار آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی اور ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے پس ہمارے نام بھی حق کے گواہوں میں درج فرمالے"۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

اس کے بعد اب اس دُعا کا جواب آرہا ہے۔ اس جواب میں ایسے حضرات کی عملی زندگی اور ان کی سیرت و کردار کی ایک جھلک بھی دکھا دی گئی۔ پہلے تو اجابتِ دُعا کی بشارت اور نوید سنائی گئی: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ۔ یہ بالکل ایسی کیفیت ہے جیسے فارسی کے اس شعر میں بیان ہوئی ہے:

؎ حذر از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

اس شعر کا اردو میں شعر ہی میں ترجمہ کر دیا گیا:

؎ ڈرو مظلوم کی آہوں سے جب اٹھتی ہیں سینوں سے
قبولیت ہے کرتی خیرمقدم عرش سے آ کر

تو ان صدیقین کی دُعا کا جواب گویا کہ فوری طور پر مل رہا ہے۔ اِدھر دعا زبان سے نکلی ہے اُدھر اُسے شرفِ قبولیت عطا ہو گیا۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ "پس ان کی دُعا کو قبول فرمایا ان کے ربّ نے" اور اس کیفیت کے ساتھ کہ فرمایا: اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ۔ "میں تو کسی بھی عمل کرنے والے کے کسی عمل کو ضائع نہیں کرتا"۔ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی میرے یہاں ضائع ہونے والا نہیں۔ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی "وہ عمل کرنے والا خواہ مرد ہو خواہ عورت"۔ بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ "تم ایک دوسرے ہی سے ہو، تم آپس میں ایک ہو"۔ تمہاری جو جدا صنفیں ہیں تو یہ ایک تمدنی ضرورت کے تحت ہیں۔ ورنہ نوع کے اعتبار سے تم ایک ہی ہو۔ عورتوں کے اپنے اعمال ہیں، ان کی اپنی نیکیاں ہیں۔ ان کی اپنی کمائی ہے جس کا اللہ کے یہاں انہیں بھرپور صلہ مل جائے گا۔ دین میں، نیکی میں، خیر میں اور دین کے لئے قربانیاں دینے میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے۔ مردوں کے لئے بھی میدان کھلا ہے عورتوں کے لئے بھی۔۔ اس کے بعد الفاظ آئے، جیسا کہ میں نے عرض کیا، مؤمنین صادقین کی عملی روش سامنے لائی گئی۔ پہلے تو اپنی یہ سُنّت بیان فرما دی کہ میں تو کسی چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی ضائع کرنے والا نہیں۔ تمہارے اعمال تو بہت بڑے ہیں۔ تمہارے ایثار و قربانی کی تو بہت اونچی شان ہے: فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ۔ "تو وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی، تو جو اپنے گھروں سے نکالے گئے"۔ یہاں ہجرت اور اخراج من دیار کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں۔ بظاہر تو یہ ہم معنی اور ہم مفہوم ہیں، ان کی مراد ایک ہی ہے۔ لیکن ہجرت کا لفظ ہمارے دین کی ایک وسیع المفہوم اصطلاح ہے۔ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ اللہ کے دین کی خاطر گھر بار چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلے جانا جہاں عبادتِ ربّ کا فریضہ انجام دینے میں غیر معمولی اور ناقابلِ برداشت مشکلات نہ ہوں۔ اس کے دوسرے بھی متعدد مفاہیم ہیں:۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھا گیا: اَیُّ الْهِجْرَةِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ "اے اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ فرمایئے کہ سب سے اعلیٰ و افضل ہجرت کون

سی ہے ؟" اب جواب سُنیے ۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں : اَنْ تَھْجُرَ مَا کَرِہَ رَبُّکَ ۔ "کہ تو ہر اُس چیز اور ہر اُس کام کو چھوڑ دے جو تیرے رب کو پسند نہیں ہے ۔" ایک اور حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا : ھَاجِرُوْا وَلَا تَھَجَّرُوْا ۔ "صحیح طور پر غلط عمل ترک کر کے مہاجر بنو صرف زبانی کلامی مہاجر نہ بنو۔" لہٰذا یہاں اس لفظ کو اسکے عموم پر رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس طرح فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا کا مفہوم ہوگا کہ "وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی خاطر ہر اُس چیز کو تج دیا، ہر اس چیز سے ترکِ تعلق کر لیا جو اللہ کو پسند نہیں" کوئی چیز ان کے لئے راہ حق میں روڑا نہ بن سکی ۔ کوئی چیز اس راہ میں ان کے پاؤں کی بیڑی نہ بن سکی ۔ وہ جب اپنے رب سے جڑتے ہیں تو اس شان کے ساتھ جڑتے ہیں کہ جو چیز بھی اللہ کو ناپسند ہے، اُس سے کٹ گئے ہیں ۔ ان کی کیفیت یہ ہو گئی ہے کہ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ ۔ کسی سے محبت ہے تو صرف اللہ کے لئے اگر کسی سے بغض وعداوت ہے تو صرف اللہ کے لئے۔ یہاں ان لوگوں کی کیفیت بیان ہو رہی ہے : فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا ۔ "وہ لوگ جنہوں نے ہجرت اختیار کی"۔ وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ ۔ "اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے"۔ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ ۔ اور جنہیں میری راہ میں ایذائیں پہنچائی گئیں ۔" جو کچھ بیتا ہے حضرت بلال پر، حضرت خباب بن ارت پر، حضرت یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور حضرت سُمیّہ پر رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام پر رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سے ایذاؤں کا اندازہ کیجئے ۔ ان حضراتؓ نے صرف کلمہ توحید ہی تو قبول کیا تھا ۔ کوئی اور جھگڑا تو نہیں تھا ۔ زر، زمین اور زن کے جھگڑے جو دنیا میں مشہور و معروف ہیں ان میں سے کوئی تنازعہ اور قضیہ نہیں تھا ۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مخالفت تھی! وہ کس لئے تھی! فِیْ سَبِیْلِیْ ' میرے راستہ کی وجہ سے تکلیفیں پہنچائی گئیں، میرے کلمۂ توحید قبول کرتے اور اس کی دعوت دینے کی وجہ سے یہ مقدس حضرات تشدد اور مصائب کا نشانہ بنے Persecution کا نوالہ بنے ۔ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا ۔ اس سے قبل جن ایذاؤں کا ذکر ہوا ان کا تعلق

تو مکی دور سے ہے ۔ اب مدنی زندگی کے دور کا ذکر آ رہا ہے ۔ سورۃ آل عمران مدنی ہے ۔ اس دور میں قتال اور جنگ کا سلسلہ شروع ہوا ۔ جنگ کیا ہے ۔ جیسا کہ آیت برّ کے مطالعے کے دوران ہمارے سامنے یہ بات آ چکی ہے کہ نقدِ جان ہتھیلی پہ رکھ کر اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے ایک بندہ مومن معرکۂ قتال اور میدانِ جنگ میں آ جائے اور یہ نیکی کی بلند ترین چوٹی ہے ۔ وَ قٰتَلُوْا " اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جنگ کی "۔ وَ قُتِلُوْا " اور انہوں نے اس راہ میں اپنی گردنیں کٹوا دیں ۔ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا ۔" تو جن لوگوں کا یہ مقام ہے ۔ جن کے یہ مراتب ہیں ۔ جن کے ایثار و قربانی کی یہ شان ہے ۔ تو لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۔" ہم لازماً ان سے ان کی برائیوں کو دور کر دیں گے ۔ بر بنائے طبع بشری کہیں کوئی لغزش ہو گئی ہو ۔ کبھی جذبات کی رَو میں اگر کسی غلط حرکت کا صدور ہو گیا ہو ۔ اس سے ہم چشم پوشی فرمائیں گے ۔ ہم ان کو معاف فرما دیں گے ۔ ان کے دامنِ کردار پہ اگر سابقہ زندگی کی سابقہ عادات کی وجہ سے کوئی داغ اور دھبہ ہے، ہم اُسے دھو ڈالیں گے ۔ ان کے نامۂ اعمال میں سابقہ زندگی کی وجہ سے اگر سیاہی کے کچھ داغ ہیں تو ان کو ہم صاف کر دیں گے "۔ یہاں پہ لام (ل) مفتوح اور آخر میں نون (ن) مشدّد لَاُكَفِّرَنَّ ، آیا ہے ۔ یہ عربی زبان میں تاکید کا سب سے بڑا اسلوب ہے ۔ مفہوم ہو گا کہ " میں لازماً دور کر دوں گا ۔ ان سے انکی برائیاں "۔ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔" اور میں لازماً ان کو داخل کروں گا ان باغات میں جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہیں "۔ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔" یہ بدلہ ہے خاص اللہ کے پاس سے "۔ یہاں پہ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ "۔ ہے اُس میں خاص کیفیت ہے ۔ یعنی میں اپنے خاص خزانۂ فضل سے انہیں نوازوں گا ۔ یہ لوگ میرے وہ مقربینِ بارگاہ ہوں گے کہ جن کو جو کچھ میں عطا کروں گا وہ اپنے خاص خزانۂ فیض سے عطا کروں گا ۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۔" اور یہ جان لو کہ اچھا بدلہ اور صلہ صرف اللہ کے پاس ہے "۔ یہاں عِنْدَهٗ پہلے لا کر اس میں حصر کا مفہوم پیدا کیا ۔ میں حصر کے اسلوب کے متعلق

پہلے آپ کو بتا چکا ہوں - یہاں اس اسلوب سے "صرف" کا مفہوم پیدا ہوا۔ "اچھا بدلہ تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے"۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ انسان محنتیں کرتا ہے، بھاگ دوڑ کرتا ہے تو کسی نہ کسی فائدہ، نفع اور بدلہ کو پیشِ نظر رکھتا ہے - اولاد پر انسان محنت کرتا ہے، اپنے آپکو ... کرتا ہے اس اُمید میں کہ ہمارے بڑھاپے میں یہ ہمارا سہارا بنیں گے - لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں اولاد کی طرف سے خلافِ توقع ایک غلط طرزِ عمل سامنے آجاتا ہے - انسان کو صدمے سہنے پڑ جاتے ہیں - اولاد کے غلط طرزِ عمل کی وجہ سے اس میں نفسیاتی و ذہنی کرب پیدا ہو جاتا ہے - معلوم ہوا کہ صرف وہ محنت، وہ کوشش لازماً مثمر اور نتیجہ خیز ہوگی جو اللہ کے لئے کی گئی ہو - اس کا اچھا بدلہ مل کر رہے گا - ہر وہ وقت امر ہو جائے گا جو اللہ کے لئے صرف کیا ہو اور اس کے دین میں لگا ہو - ہر وہ پیسہ محفوظ ہو جائے گا جو اللہ کے دین کے لئے خرچ ہوا ہو - وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۔

اس طرح آپ نے دیکھا کہ ان آیاتِ مبارکہ میں ایک مکمل انسانی شخصیت کا ہیولیٰ آگیا - اس کے باطنی فکر، اس کی سوچ کا نقشہ ابتدا میں آیا - اس کی عملی روش، اس کا کردار، اس کا عملی رُخ، یہ آخر میں آگیا - ان دونوں کو جمع کر لیجئے - ایک بندۂ مومن کی ایک مکمل تصویر سامنے آجاتی ہے — اب اس ضمن میں کوئی وضاحت مطلوب ہو تو میں حاضر ہوں -

سوال و جواب

سوال : ڈاکٹر صاحب! ایک شخص شروع میں دانستہ یا نادانستہ غلط راہ اختیار کرتا ہے، کفر کی راہ پر چلتا ہے - لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ اصلاح پذیر ہو جاتا ہے اور نیکی کی راہ پر آجاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرما دیں گے؟ اور اس کی سابقہ خطاؤں کو ختم کر دیں گے؟

جواب : جی ہاں! بالکل ایسا ہی ہوگا - اس کے لئے ہماری دینی اصطلاح ہے توبہ - اگر توبہ خلوص و اخلاص کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ سابقہ زندگی کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے - اسی طرح جب کوئی شخص صدقِ دل کیساتھ

کفر سے اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اس کے حالتِ کفر کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں - اسلام میں داخل ہوتے ہی اس کی بالکل نئی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے -

سوال : آج کے درس میں چند دعائیں آئی ہیں، میں چاہوں گا کہ آپ ذرا دُعا کی اہمیت کو مزید واضح کریں -!

جواب : اصل میں یہ مضمون ان مجالس میں چوتھے درس کے دوران زیر بحث آچکا ہے - میں نے حدیثِ نبویؐ بھی سنائی تھی کہ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَة - دُعا عبادت کا اصل جوہر ہے - دعا درحقیقت وہ چیز ہے جو اُس نسبت کو ظاہر کرتی ہے جو بندے اور ربّ کے مابین ہے - عبد اور معبود کے مابین تعلق کو دُعا استوار اور مستحکم کرتی ہے - اللہ تعالےٰ کی ذات پر جب یہ ایمان وایقان ہے کہ صرف وہی عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے تو بندہ سراپا احتیاج بن کر اسی کے سامنے اپنا دستِ سوال دراز کرے - عبدیّت کا جو مظہر اتم ہے وہ دعا ہے - نماز بھی درحقیقت اپنی رُوح کے اعتبار سے دُعا ہی ہے -

حضرات ! آج کی اس نشست میں مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا پانچواں درس جو نصاب کے حصہ ثانی "مباحثِ ایمان" پر مشتمل ہے، اس کا دوسرا سبق ختم ہوتا ہے - اللہ تعالےٰ ہمیں اِن اولوالالباب لوگوں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے جو کتابِ فطرت کے مطالعے اور مظاہرِ فطرت کے مشاہدے سے معرفتِ ربّانی کی دولت حاصل کرتے ہیں اور جن کی سیرت و کردار کا ایک اہم گوشہ اس درس کی آخری آیت کے مطالعہ سے ہمارے سامنے آیا ہے - اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اسی سیرت و کردار کا حامل بنائے - اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ٥

عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

(رواہ البخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تم میں سے ایک شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

رشید جیولری ہاؤس

لاہور

ٹمپل روڈ — سوہا بازار

۳۱۱۴۴۰ — ۳۰۴۳۳۳ — ۶۴۴۳۳ — ۵۶۴۷۹

پروپرائیٹر

اے وحید

توحید فی العلم یا توحید فی المعرفہ اور
توحید فی العمل یا توحید فی الطلب کا

فریضہ اقامتِ دین

سے ربط و تعلق

ڈاکٹر اسرار احمد

کے خطاب و درس کی چھٹی قسط

اب اگلی آیت پر آئیے ۔ فرمایا:
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ
"اور اگر (اے محمدؐ) آپؐ کے رب کی طرف سے ایک کلمہ طے نہ ہو چکا ہوتا، ایک وقت معیّن تک کے لئے بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے مابین فیصلہ چکا دیا جاتا۔"

یعنی ابھی مہلتِ عمر ہے ۔ افراد کو بھی اس وقت تک کے لئے مہلت ہوتی ہے جب تک موت نہیں آتی۔ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ ۔ جب تک موت کا گھونگرو نہیں بولتا، توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ ہر نفس کے لئے یہ ضابطہ مقرر ہے کہ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا "اللہ کسی کو قطعی مہلت عمل نہیں دیتا جب موت کا مقررہ وقت آجاتا ہے"۔ اجلِ مسمّٰی کے اندر اندر عمل کا اختیار رہے ۔ یہ مہلت و اختیار نہ ہو تو پھر آزمائش کیسی؟ بالجبر اگر اللہ ہدایت دے دے تو اس ہدایت پر انعام کیسا؟ بالجبر کسی کو غلط راستے پر ڈال دے تو اس کی سزا چہ معنی دارد! لہٰذا اللہ عزّ وجلّ یہ اختیار اور مہلت دیتا ہے، افراد کو بھی اور امتوں کو بھی ۔ چنانچہ فرمایا کہ چونکہ ہماری طرف سے مہلت کا ضابطہ پہلے ہی سے مقرر ہے ۔ ابھی ان کو ڈھیل دینی ہے ۔ ابھی ان کے لئے مہلت عمل ہے ۔ ابھی ان کو اختیار حاصل ہے جدھر چاہیں جائیں ۔ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۔ اور یہ کہ: وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ

وَمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ۔ اگر ہمارا یہ ضابطہ اور قانون نہ ہوتا ، ہماری یہ سنّت نہ ہوتی تو ہم ان کا قصہ چکا دیتے ۔ ابھی جھگڑا طے کر دیتے ۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علاحدہ کر دیتے
آیت کے اس حصّے میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے توسط سے اہلِ ایمان کے لئے بھی تسلّی کا ایک پہلو موجود ہے کہ تشویش نہ کیجئے ۔ ابھی وقت لگے گا ۔ اللہ کا آخری فیصلہ آکر رہے گا ۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہو کر رہے گا ۔ اور انجام کار کے طور پر سب کو ہمارے حضور حاضر ہونا ہی ہے ۔ وہ فیصلہ کی آخری ساعت بھی آکر رہے گی ۔۔ اجل مسمّٰی تک آپؐ بھی انتظار کیجئے اور مخالفین بھی ۔ اس تشریح اور توضیح کے ساتھ آیت کے اس حصّہ کو پھر پڑھئے ! وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَھُمْ

وارثین کتاب کا نقشہ

اب اس آیت کے آخری حصہ پر آئیے ! فرمایا :-

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْ بَعْدِھِمْ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ مُرِیْبٍ ۝

" اور جو لوگ جو کتاب کے وارث بنائے گئے ، ان کے بعد درحقیقت وہ اس (کتاب) کے بارے میں ایسے شک اور شبہ میں مبتلا ہو چکے ہیں جس نے ان کے دلوں میں خلجان پیدا کر دیا ہے "

آیت کے اس ٹکڑے کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے ۔۔ یوں تو قرآن مجید کا ہر لفظ اور ہر آیت عظمت کی حامل ہے لیکن میرا گہرا تاثر ہے کہ سورۂ شوریٰ کی زیرِ درس یہ تین آیات عظیم ترین آیات میں سے ہیں ۔ اقامتِ دین کی جدوجہد میں جو بھی PROBLEMS سامنے آتے ہیں ان سب کا حل اور جواب ان تین آیات میں موجود ہے ۔ جب کبھی یہ کوشش ہوگی تو اس وقت جو مسائل اٹھیں گے ان سب کے لئے یہاں رہنمائی موجود ہے ۔ فرمایا : اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْ بَعْدِھِمْ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ مُرِیْبٍ : رسولوں کے اُمّتی عاملین کتاب تشکیک میں مبتلا ہو چکے ہیں ۔ جس نے ان کے اذہان و قلوب میں خلجان اور انتشار پیدا کر دیا ہے ۔ یہ کتاب کے ماننے اور جاننے والوں کا حال ہے ۔ جو امیّین ہیں ان کی کیفیت یہ نہیں ہے اس لئے کہ ان کے پاس تو سرے سے کوئی کتاب ہے ہی نہیں ۔ یہ گفتگو درحقیقت اہلِ کتاب کے بارے میں ہو رہی ہے کہ جن کے پاس علم ، کتاب اور شریعت موجود ہے وہ سب نام لیوا ایک رسول کے ہیں لیکن آپس میں دست و گریباں ہیں [1] نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آئندہ نسلوں کا

---

[1] اشارہ ہے یہود و نصاریٰ کے متعدد فرقوں کی طرف (مرتّب)

اعتماد ہی اٹھتا چلا جاتا ہے ـــــ آج آپ جو دیکھ رہے ہیں کہ ہماری نوجوان نسل کا اعتماد ہی دین سے اٹھتا چلا جاتا ہے۔ وہ کیوں ؟ اس لئے کہ ان کا روز کا مشاہدہ ہے کہ ملک کے علماء حضرات کی اکثریت دین کی نام لیوا ہے لیکن ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ سب کہتے یہ ہیں کہ ہمارا مقصد ہے کہ دین کو قائم کیا جائے۔ اسلامی نظام بالفعل نافذ ہو۔ لیکن ایک دوسرے کی ٹانگیں گھسیٹی جا رہی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس کا کیا منفی اثر ہمارے معاشرے پر پڑ رہا ہے - لوگ اندھے بہرے تو نہیں ہیں۔ نوجوان بڑے حسّاس ہوتے ہیں۔ تفرقہ کا یہ نقشہ دیکھ کر انہیں پھر دین ہی کے بارے میں شک پڑ جاتا ہے اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید دعویٰ کرتا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط لیکن نوجوان دیکھتا ہو کہ نمازی تو بڑا پکّا ہے۔ لیکن جتنا پکّا نمازی ہے اتنا بڑا بلیک مارکیٹر بھی ہے۔ اس کا اعتماد نماز پر قائم ہو گا کہ ہٹے گا ! نماز پر سے اعتماد ہٹے گا۔ قرآن پر سے اعتماد ہٹے گا کہ قرآن دعویٰ کر رہا ہے کہ نماز بُرے کام سے روکنے والی شے ہے اور یہ سب کچھ کر رہا ہے اور اس کے ساتھ نمازی بڑا پکّا ہے۔ ایسے ہی ہمارے معاشرے میں وہ لوگ ہیں جو کثرت کے ساتھ حج اور عمرہ کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اسمگلر بھی ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ ۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کے باعث نوجوانوں کا دین پر سے اعتماد اٹھنا شروع ہو جاتا ہے ـــــ اسی غلط طرزِ عمل کی عکاسی کی گئی ہے آیت کے اس حصہ میں : وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ " اور جو لوگ وارث بنائے گئے کتاب کے ان کے بعد" یہاں غور کیجئے کہ " ان کے بعد" سے کیا مراد ہے ۔! وہ لوگ جو تفرقے ڈال کر چلے گئے، اب ان کے بعد اگلی نسل کتاب الٰہی کی وارث ہوئی ـــــ جیسے ہم قرآن حکیم کے وارث ہیں ـــــ یہاں جو ذکر ہو رہا ہے وہ تورات اور انجیل کا ہو رہا ہے۔ لیکن جو لوگ تفرقے ڈال گئے تو ان کے بعد آنے والے ان تفرقوں کے سبب سے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گئے ۔ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ مُرِیْبٍ ○ یہاں مریب شک کی صفت ہے۔ شک جب دل میں یہ خلجان پیدا کر دے کہ پتہ نہیں کچھ ہے بھی یا نہیں ؟ واقعتاً یہ کتاب الٰہی ہے کہ نہیں ؟ یہ گروہ بھی اسی کتاب کو ماننے کا مدعی اور وہ گروہ بھی اسی کتاب کے ماننے کا مدعی۔ یہ بھی اسی کتاب کو پڑھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ روشنی کا مینار اور ہدایت کا منبع و سرچشمہ ہے ۔ وہ بھی اسی بات کے دعویدار ہیں لیکن حال یہ ہے کہ آپس میں دست و گریباں ہیں۔ یہ اُن کو کافر کہہ رہے ہیں اور وہ اِن کی تکفیر کر رہے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ اس تفرقہ بازی سے عوام بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ کا اعتماد دین پر سے، کتاب الٰہی پر سے اور علماء پر سے اٹھتا چلا جاتا

ہے ــــــــ!!

یہ پس منظر ہے۔ دو جماعتیں دعوتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موقع پر موجود تھیں۔ ایک تو مشرکین کا گروہ۔ ان کے متعلق فرمایا گیا: كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ۝ اے نبیؐ! آپ کی دعوتِ توحید ان مشرکین پر بہت بھاری ہے۔ یہ اتنی دور نکل گئے ہیں کہ ان کے لئے لوٹنا آسان نہیں ہے ان میں سے اللہ ہی جس کو چاہے گا اس دعوتِ توحید کے لئے چن لے گا اور اپنے دین کی طرف کھینچ لے گا۔ اور جن کے دل میں تھوڑی سی بھی انابت ہے وہ جلد یا بدیر آپ کے جاں نثاروں میں شامل ہو جائیں گے ـــــ رہا دوسرا گروہ اہل کتاب کا گروہ تو ان کے متعلق حضورؐ کو جو فکر لاحق ہو رہی تھی کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لا رہے تو اس کا ازالہ اس آیت میں فرما دیا گیا: وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ ـــــ اے نبیؐ! آپؐ تو پھر بھی ایک نئی کتاب لے کر آئے ہیں۔ آپؐ کی دعوتِ نبوّت ان کے لئے نئی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو تو یہ بھی مانتے ہیں اور وہ بھی۔ پھر بھی ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں ـــ اور تو اور خود بھی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کی کاٹ میں لگے رہتے ہیں۔ تو جو اتنے انانیت پرست ہیں کہ ایک کتاب کے ماننے کے باوجود متفرق ہیں وہ آپؐ کی بات کیسے تسلیم کر لیں گے۔! یہی بات علامہ اقبالؒ نے جوابِ شکوہ میں ہمارے لئے کہی ہے ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

ہماری فرقہ بندی کس سے پوشیدہ ہے۔ نہ معلوم کتنے فرقوں میں ہم بٹے ہوئے ہیں ! اِس کے نزدیک وہ کافر، اُس کے نزدیک یہ کافر۔ اس کے سوا کوئی اور بحث سننے میں نہیں آتی۔ اِلّا ماشاء اللہ !

لہٰذا حضورؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اللہ آپؐ کے لئے راستہ نکالے گا لیکن آپؐ ان یہود سے توقع نہ رکھئے کہ کیونکہ یہ تو کتابوں کو جاننے والے ہیں۔ توحید کو ماننے والے ہیں۔ ان کے یہاں بڑے بڑے علماء ہیں۔ لہٰذا یہ تو فوراً مان لیں گے۔ لیکن نہیں ان کی انانیت ان کے

راہ کا وہ پتھر ہے جو کسی طرح بھی انہیں آگے نہیں بڑھنے دے گا بلکہ یہی آپؐ کی دشمنی میں سب سے آگے ہوں گے: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ
— اب ان حالات اور اس پس منظر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کرنا ہے! اس کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے۔ قرآن مجید کی یہ بڑی عجیب آیت ہے۔ عجیب کے لفظ سے کہیں آپ اور کوئی مفہوم نہ لے لیں۔ عربی میں عجیب کے معنی ہیں۔ بہت دلکش، بڑی پیاری، دل کو لبھانے والی بات، چیز اور کام۔ ہمارے ہاں عجیب و غریب کا جو مفہوم ہے حیرت والی بات، تو اسے اپنے ذہن سے نکال دیجئے۔

اعجب ایمان

اس لفظ عجیب پر مجھے ایک حدیث یاد آگئی۔ تصوّر کیجئے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جلوہ افروز ہیں۔ آپؐ صحابہؓ سے سوال فرماتے ہیں کہ "تمہارے نزدیک سب سے زیادہ اعجب ایمان کس کا ہے؟" — یہ بھی حضورؐ کی تعلیم و تربیت کا ایک انداز ہے —!
اعجب ہے عجیب کا اسم تفضیل۔ حضورؐ صحابہؓ سے دریافت فرما رہے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں سب سے زیادہ پیارا، سب سے زیادہ دلکش ایمان کس کا ہے! صحابہؓ نے کہا فرشتوں کا۔ حضورؐ نے فرمایا: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ "وہ کیسے ایمان نہیں لائیں گے وہ تو اپنے رب کے پاس ہیں" یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ان کے لئے غیب میں ہوتے ہوئے بھی مشہود ہے۔ وہ ہر لمحہ اور ہر آن تجلیات ربانی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ احکام الٰہی ان کے پاس براہ راست آتے ہیں، جن کی وہ تنفیذ کرتے ہیں۔ ان کی نگاہوں کے سامنے حقائق منکشف ہیں۔ وہ ایمان رکھتے ہیں تو کون سا کمال کرتے ہیں! وہ تو ابوجہل کے سامنے بھی جہنم لے آئی جائے تو وہ فوراً ایمان لے آئے گا۔ لہٰذا ان کے ایمان کے اعجب ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ پھر صحابہؓ نے عرض کیا "فالانبیاء" نبیوں کا ایمان! تو حضورؐ نے فرمایا: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ "وہ کیسے ایمان نہیں لائیں گے جبکہ وحی ان پر نازل ہوئی ہے" یعنی انبیاء پر اللہ کا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے۔ انہیں غیب کی خبریں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں میں سے کچھ نشانیوں کا ان کو مشاہدہ کراتا ہے۔ لہٰذا ان کا ایمان اعجب کیسے ہوگا! تیسری بار صحابہ کرامؓ نے ڈرتے ڈرتے ہوئے عرض کیا: فنحن۔ "پھر ہم ہیں"۔ ہمارا ایمان ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ.

"تم کیسے ایمان نہ لاتے جب کہ میں تمہارے مابین موجود ہوں" اب نبی اکرمؐ نے خود جواب دیا۔ سمجھائی تو یہ بات تھی ان اعجب الخلق الیّ ایمانًا یأتون من بعدی یجدون صحفا فیہ کتاب اللّٰہ فیؤمنون بما فیھا "میرے نزدیک سب سے زیادہ دلکش ایمان والے وہ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے۔ ان کو تو اوراق ملیں گے جن میں اللہ کی کتاب درج ہوگی۔ اور وہ اس پر ایمان لائیں گے۔" یہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان اعجب ہوگا۔ سب سے دلکش ہوگا۔ اس مقام پر ایک اہم بات سمجھ لیجئے۔ یہاں افضلیت کی بات نہیں ہورہی۔ دلکش ہونے کی بات ہے۔ افضل ایمان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے پوری امت میں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کا ایمان بھی بڑے سے بڑے ولی اللہ سے افضل ہے۔ یہاں میں نے سمجھانے کے لئے ادنیٰ استعمال کیا ہے ورنہ کسی صحابی کے لئے بھی ادنیٰ کا لفظ مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ افضلیت بالکل جدا بات ہے اور یہ شرف صرف صحابہ کرامؓ کو حاصل ہے۔ ایمان کا پیارا ہونا۔ دلکش ہونا بالکل دوسری بات ہے۔ اس کو CONFUSE نہ کر لیجئے گا۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے۔ آپؐ خود اپنی ذات میں ایک معجزہ ہیں، عظیم ترین معجزہ، لہٰذا انؓ کے لئے ایمان لانا آسان تھا ان کی بہ نسبت جو بعد میں آئیں گے اور جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور نہ جنہوں نے آں جنابؐ کے چہرۂ انور کا دیدار کیا۔ اور وہ قرآن مجید کے منبع، سرچشمہ اور نور سے ایمان اخذ کر رہے ہیں تو دلکش ایمان ان کا ہے۔ اس معنی میں، میں نے کہا تھا کہ اگلی آیت نمبر ۵ ابڑی دلکش آیت ہے۔

نبی اکرمؐ کی رسالت کا فرض منصبی: دعوت اور قیام عدل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو رہا ہے۔ طویل آیت ہے اور اس میں نہایت اہم مضامین جامعیت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں آیت کی حصوں میں تشریح و توضیح کروں گا۔ پہلا حصہ ہے:

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پس آپؐ اسی کی دعوت دیتے رہیے"

اب آیت کے اس حصے کو سمجھنے کے لئے میری کل کی تقریر پس منظر میں لے آئیے۔ میں نے توحید کی دو شاخیں بیان کی تھیں۔ پہلی توحید علمی یا نظری یا توحید فی المعرفۃ یا توحید

فی العقیدہ ــــ دوسری توحید عملی۔ پھر اس توحید عملی کی بھی دو شاخیں ہیں۔ ایک توحید انفرادی و ذاتی۔ دوسری توحید اجتماعی ــــ ذاتی و انفرادی توحید یہ ہے کہ "اللہ ہی کی بندگی اور پرستش کرو اپنی اطاعت کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے: فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ط اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ " آگاہ رہو اللہ کے لئے تو خالص دین ہی ہے" آپ نے انفرادی سطح پر یہ کر لیا تو آپ کی ذات کی حد تک عملی توحید نافذ ہو گئی۔ اب عملی توحید کی دوسری منزل ہے کہ اجتماعی نظام پر بھی اس کو قائم اور نافذ کرو۔ پورا نظام زندگی اس کا مظہر بن جائے کہ لِيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ــــ یہ ہوگی توحید اجتماعی، یہی اقامت دین ہے۔ اسی کا حکم سورہ شوریٰ کی زیر درس پہلی آیت میں آچکا ہے: اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط ــــ توحید عملی کا انفرادیت سے اجتماعیت تک پیش رفت کے مابین نقطۂ ماسکہ (LINK) کیا ہے؟ وہ ہے دعوت ــــ ایک فرد نے ذاتی طور پر توحید اختیار کی تو فطری تقاضا یہ ہوگا کہ وہ اس کی طرف دوسروں کو بلائے ــــ دوسروں کو دعوت دے۔ ان کو بھی توحید کی طرف راغب کرے۔ انہیں بھی اللہ کی بندگی کی طرف پکارے۔ پھر جو اس دعوت پر لبیک کہیں ان کو وہ مجتمع کرے۔ ان کو منظم کرے۔ ان کی تربیت کرے۔ یہاں دعوتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تین مراحل کا ذکر آگیا[ا]۔ پھر اس کے لئے لازم ہوگا وہ ان تین مراحل سے گزر کر ایک طاقت فراہم کرے اور نظام باطل کو تلپٹ کر کے رکھ دے۔ اسے بیخ و بن سے اکھیڑ کر دین اللہ کو قائم کر دے۔ تاکہ اجتماعی توحید کی تکمیل ہو جائے۔ اب انفرادی توحید اور اجتماعی توحید کے درمیان LINK کیا ہے؟ نقطۂ ماسکہ کیا ہے؟ وہ ہے دعوت۔ سورہ حٰمٓ السجدہ کی آیت نمبر ۳۳ کو ذہن میں رکھئے جس کا ذکر میری کل کی تقریر میں آچکا ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ اور یہاں فرمایا: فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ یہاں کلمہ "فا" اور "لام غایت" نے ذٰلِكَ سے مل کر اس آیت کو ماسبق آیات سے بھی مربوط

[ا] دعوتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے انقلابی پہلو اور ان کے جملہ مراحل کی تفہیم کے لئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے اس درس قرآن اور خطاب کا مطالعہ ان شاء اللہ نہایت مفید رہے گا۔ جو حال ہی میں "مسلمانوں کے فرائض دینی اور اسوۂ رسولؐ" کے نام سے کتابی شکل میں منصۂ شہود پر آیا ہے۔ (مرتب)

کر دیا ہے اور اس پس منظر سے بھی جو اس پوری سورۂ شوریٰ کے نزول کے وقت موجود تھا جس کا ذکر میں کر چکا ہوں ۔ اس دعوت کا ہدف کیا ہوگا ! وہ ہوگا اقامتِ دین : اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ۔ اے نبیؐ ! اسی کی دعوت دیجئے کہ اللہ کے دین کو قائم کرو، نافذ کرو، برپا کرو، مجتمع و منظم ہو جاؤ، باطل سے ٹکراؤ اور اس تصادم کے لئے خود کو قربانی اور ایثار کے لئے تیار کرو ۔ فَلِذٰلِکَ فَادْعُ کی یہ ہوئی تشریح و توضیح

استقامت کا حکم

آگے چلئے فرمایا : وَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ " اور ڈٹے رہیئے جمے رہیئے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے ۔" آپؐ کو کیا حکم ہوا تھا ۔ وہ قدرے تفصیل سے میری کل کی تقریر میں بیان ہو چکا ہے ۔ آج بھی اس کا حوالہ آیا ہے ۔ اس کا پھر اعادہ کر لیجئے ۔ کیا حکم ہوا تھا فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ؕ ۔ پھر کیا حکم ہوا تھا ! قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ؕ ۔ پھر کیا حکم ہوا : قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّہٗ دِیْنِیْ ؕ کہہ دیجئے اے محمدؐ ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے تو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اس کے فرمان کے سامنے سر جھکاؤں ۔ سب سے پہلے میں اس کا فرمانبردار بنوں ۔ اور کہہ دیجئے کہ میں تو اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرتا ہوں اور کروں گا ۔۔۔ یہاں انشائیہ اسلوب سے آپؐ سے فرمایا جا رہا ہے : وَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ ؕ " پس آپؐ ڈٹے رہئے، مستقیم رہیئے اس پر جو آپؐ کو حکم ہوا ہے ۔" ۔۔۔ یعنی مخالفت تو ہے ۔ کوئی شک نہیں ۔ دباؤ پڑ رہا ہے کوئی شک نہیں ۔ آپؐ کے لئے مصائب کے بڑے بڑے طوفان آتے نظر آ رہے ہیں، یہ سب صحیح ہے لیکن آپؐ نے کھڑے رہنا ہے اور جمے رہنا ہے ۔

آپ مکی دور کی سورتوں کو دیکھیں گے تو اس استقامت کے لئے آپ کو نظر آئے گا کہ آنحضورؐ کو بار بار صبر کی تلقین و وصیت کی جا رہی ہے اور آں جنابؐ کے توسط سے یہ تلقین اہل ایمان کو بھی ہو رہی ہے ۔ سورۂ مدثر میں فرمایا گیا : وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ " اے محمدؐ ! اپنے رب کے راستے کی دعوت میں پیش آنیوالی مشکلات پر صبر کیجئے ۔" سورۂ احقاف میں فرمایا گیا : فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ " صبر کیجئے اے محمدؐ ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے ہمارے اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے آئے ہیں ۔" سورۂ نحل میں فرمایا گیا : وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ " اے محمدؐ ! صبر کیجئے اور آپ کا سہارا بس اللہ ہی ہے ۔" یعنی صبر کے لئے بھی کوئی سہارا

درکار ہے تو آپؐ کا سہارا ہم خود ہیں۔ آپؐ کے صبر کی بنیاد تو ہم سے تعلق اور محبت ہے ــــ سورہ قلم میں فرمایا گیا: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ؑ" (اے محمدؐ!) پس صبر کیجئے اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے۔ مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیے گا۔" یہاں صاحب الحوت سے مراد حضرت یونس علیہ السّلام ہیں۔ انہوں نے ذرا جلدی کی تھی۔ عجلت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ معاذ اللہ کسی گناہ کا کوئی سوال نہیں، کسی نبی سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا۔ ہوا یہ تھا کہ دین کی حمیت و غیرت اتنی غالب آ گئی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنی قوم سے ان کے کفر پر اڑے رہنے کے باعث متنفر اور مایوس ہو کر اس قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہاں یہ فرمایا گیا کہ ایسا نہ کیجئے گا۔ سورۂ مزمل میں فرمایا گیا: وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا " اے نبیؐ! صبر کیجئے اس پر جو کچھ یہ مشرکین کہہ رہے ہیں اور ان سے بہتر و احسن طریق سے کنارہ کشی اختیار کیجئے۔" نقل کفر کفر نہ باشد، دعوتِ توحید پیش کرنے کے نتیجے میں مشرکین میں سے کوئی پاگل کہہ رہا ہے، کوئی کہہ رہا ہے کہ دماغ خراب ہو گیا ہے، کوئی شاعر کہہ رہا ہے، کوئی ساحر کہہ رہا ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ ساحر نہیں بلکہ مسحور ہیں، ان پر کسی نے جادو کر رکھا ہے۔ یہ اس جادو کے زیرِ اثر ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ بھی نہیں ہے، آسیب زدہ ہیں ان پر کوئی جن آ گیا ہے یہ مجنون ہیں۔ یہ ساری باتیں سن رہے ہیں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم اور حکم ہو رہا ہے کہ صبر کیجئے اس پر کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں: وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ٥ ــــ پھر آنحضورؐ کو تسلّی اور تشفّی بھی دی جا رہی ہے۔ سورۂ قلم میں فرمایا گیا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ٥ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ٥ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ٥ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ٥ " ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں، آپؐ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ اور یقیناً آپؐ کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے اور (اے نبیؐ!) تحقیق آپؐ اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہیں" ــــ لہٰذا ان مشرکین کی باتوں کا اثر نہ لیجئے۔

یہ ہے سارا پس منظر جس میں حضورؐ سے فرمایا جا رہا ہے: وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ ــــ دباؤ کتنا ہی سخت ہو، مخالفت کتنی ہی شدید ہو، استہزا اور تمسخر کتنا ہی دل آزار اور اذیت ناک ہو، حالات کتنے ہی ناموافق و نامساعد ہوں، ماحول کتنا ہی ناسازگار ہو، اے نبیؐ! آپؐ کو عبادتِ رب، دعوت الی اللہ اور اقامتِ دین کی جہد و سعی اور جہد و جہاد کا جو حکم ہوا ہے، اس پر جمے رہیئے، ڈٹے رہیئے۔ نوٹ کیجئے گا کہ سورہ حٰم السجدہ کی جو آیت دعوت الی اللہ کے ضمن میں، میں نے کل آپ کو سنائی تھی، اس سے دو آیات پہلے والی آیت نمبر ۳۰ میں استقامت کا ذکر آ چکا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ میں کہا کرتا ہوں کہ اس لفظ استقامت میں قیامت پوشیدہ اور مضمر ہے۔ کہو کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر چٹان کی مانند جم جاؤ۔ اب کوئی طوفان کتنا ہی سخت اور شدید آئے تمہارے قدموں میں جنبش اور لغزش پیدا نہ کر سکے۔ لہٰذا قولی اور عملی ہر نوع کی مخالفت کو اے محمدؐ! آپؐ جھیلئے۔ وَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ ج

مصالحانہ رویہ کی ممانعت

اس آیت کا اگلا حصّہ ہے، فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ ج

"اور (اے نبیؐ)، ان (مشرکوں اور کافروں) کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے"۔

دباؤ کی ایک صورت یہ بھی ہوئی ہے کہ قریش کے مشرک سرداروں نے جب یہ محسوس کیا کہ اس دعوت توحید کو روکنے میں ہر نوع کے استہزاء و تمسخر اور شدید جور و ستم کے باوجود ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہو رہیں اور وہ نہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دعوتِ توحید سے روک سکے ہیں نہ ان کے مظالم سعید لوگوں کو دعوت قبول کرنے سے باز رکھ سکے اور نہ ہی دعوت قبول کرنے والے کسی شخص کو مصائب سے ہراساں کر کے دین چھوڑنے پر آمادہ کر سکے تو مشرکین کی طرف سے نبی اکرمؐ کے پاس سفارتیں اور پیشکشیں آنی شروع ہو گئیں اور آپؐ کے سامنے مصالحت کا یہ فارمولا پیش کیا جانے لگا کہ کچھ ہم آپؐ کی بات مان لیتے ہیں کچھ آپ ہماری بات مان لیں۔ سورۂ قلم میں آغاز ہی میں یہ فرمادیا گیا تھا کہ: فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ ٥ وَدُّوْا لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ ٥ "پس اے نبیؐ! آپؐ ان جھٹلانے والوں کے دباؤ میں ہرگز نہ آئیں یہ تو چاہتے ہیں کہ آپؐ کچھ ڈھیلے پڑیں، کچھ مداہنت کریں تو یہ بھی ڈھیلے پڑیں اور مداہنت کا رویہ اختیار کریں"۔ انہوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ آپؐ کے قدموں کو ذرا بھی لغزش نہیں آتی یہ پورا زور لگا کر بھی ان کو پیچھے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ مصالحت ہو جائے، کچھ مان لیجئے کچھ منوا لیجئے، Give and Take کا معاملہ کیجئے۔ کچھ دیجئے کچھ لیجئے۔ ہماری بھی تو ناک رہ جائے۔ ہماری بھی کچھ عزت رہ جائے۔ ساری کی ساری بات آپ کی مان لی جائے یہ ممکن نہیں ہے۔ آپؐ کو پیشکش کی گئی کہ اگر اس دعوت توحید کے ذریعے آپ کو دولت درکار ہے تو اشارہ کر دیجئے ہم دولت کے انبار آپؐ

کے قدموں میں لگادیں گے۔ اگر آپ اقتدار چاہتے ہوں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپؐ کسی خاص خاندان سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتے ہوں تو اشارہ کردیجئے وہاں نکاح ہو جائے گا۔ یہ ہوتا ہے دام ہم رنگ زمیں۔ اللہ کی طرف بلانے والا اللہ کا بندہ شدید مشکلات اور مصائب میں گھرا ہوا ہے۔ حالات اتنے نامساعد اور ناموافق ہیں کہ بظاہر کہیں راستہ نکلتا نظر نہیں آرہا۔ ان حالات کا ہم تصوّر بھی نہیں کرسکتے جس سے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اور اہل ایمان دوچار تھے۔ اس وقت ایسی ایسی پیش کشیں آتی ہیں تو نفس تو کہتا ہے کہ قبول کرو۔ چلو اس وقت یہ سو فی صد نہیں مانتے، پچاس فی صد ماننے کے لئے تیار ہیں، اسی کو غنیمت سمجھ کر مصالحت کرلی جائے۔ رفتہ رفتہ ان کو رام کرلیا جائے گا اور پورے دین پر عمل پیرا ہونے کے لئے ان کو آمادہ کرلیا جائے گا۔ لیکن حکم یہ دیا جارہا ہے کہ نہیں۔ ڈٹے رہیے دین کل کا کل قبول کریں تو ٹھیک ہے۔ جزوی دین، دین ہے ہی نہیں۔ اسی لئے یہاں فرمایا گیا: وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ ان ہی احکام الٰہی کے پیش نظر مشرکین کی دام ہم رنگ زمیں پیش کشوں اور قتل کرنے کی دھمکیوں کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے جو تاریخ میں آب زر سے لکھے جائیں تو بھی اس جواب کی شان کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ آپؐ نے مشرکین کو جواب دیا:

"اگر تم میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دو تب بھی میں اس دعوت سے باز نہیں آسکتا۔ یا تو میں اس دعوت کی تبلیغ میں اپنی جان دیدوں گا یا اللہ اس کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے گا۔"

یہ تھی اس حکم کی عمل اور قول میں تعمیل کہ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ علامہ اقبال نے اس بات کو بڑی خوبصورتی سے اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے — شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول!

نوٹ کیجئے کہ یہی صورت حال مدینہ منوّرہ میں بھی پیش آگئی تھی۔ وہاں بھی یہود کے علماء کا مطالبہ یہی تھا کہ کچھ لیجئے کچھ دیجئے۔ کچھ ہماری باتیں مانئے کچھ ہم آپؐ کی باتیں مان لیں گے۔ اسی پس منظر میں سورۂ بقرہ میں جو مدنی سورت ہے، فرمایا گیا: وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۔ اے نبیؐ! یہ یہود و نصاریٰ آپؐ سے ہرگز راضی نہیں ہوں

گے جب تک آپؐ ان کی ملّت (طور طریقوں) کا اتباع نہ کریں! یہ تو اپنے تعصب اور اپنی عصبیت کی وجہ سے اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں۔ یہ آپؐ سے کبھی راضی نہ ہوں گے۔ آپؐ اگر انہیں کچھ رعائتیں دینے پر آمادہ ہو جائیں تب بھی یہ آپؐ کی بات نہیں مانیں گے۔ اصل مسئلہ تو ہے دینی قیادت کا۔ آپؐ ان کے پیچھے چلیں تب یہ خوش ہوں گے۔ یہ اہل کتاب اچھی طرح جانتے تھے کہ آپؐ بحیثیت رسول دین کے معاملہ میں کسی مصالحت کے لئے تیار ہی نہیں ہو سکتے تھے اس لیئے ان کی مصالحانہ پیش کش بھی اخلاص و خلوص پر مبنی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس لئے ہوتی تھی کہ اپنے عوام اور حلقۂ اثر کو یہ مغالطہ دیں کہ ہم تو مصالحت کی برابر کوشش اور پیش کش کر رہے ہیں لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہی اپنے موقف پر بضد ہیں۔ قرآن حکیم نے ان اہل کتاب کے نفاق کو مختلف اسالیب سے فاش کیا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸۵ طویل آیتوں میں سے ایک ہے۔ اس میں پہلے تو ان اہل کتاب کے ان جرائم کا ذکر کیا گیا ہے جو وہ اپنی کتاب اور اپنی شریعت کی خلاف ورزیوں کے طور پر کرتے تھے۔ جو کام خود ان کی شریعت میں حرام تھے ان کا ارتکاب کرتے تھے پھر بھی اس بات کے دعوے دار تھے کہ ہم شریعتِ موسوی پر کاربند ہیں۔ اس پر کامل ایمان رکھتے ہیں ــــ ان کے چند جرائم گنوا کر فرمایا گیا:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○	"تو کیا تم کتاب کے ایک حصّے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصّے کے ساتھ کفر کرتے ہو! پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں۔ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔"

آیت کا یہ حصّہ یہود کے اس طرزِ عمل کی مکمل عکاسی ہے جو انہوں نے اللہ کی شریعت کو حصّوں میں تقسیم کر کے اختیار کیا ہوا تھا۔ وہ اس جرم کا ارتکاب کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے کچھ حصّوں پر عمل کرتے تھے۔ اور کچھ حصّوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ یا ان سے بالکل خلاف عمل کرتے تھے۔ گویا ان کی اطاعت اخلاص و خلوص سے خالی تھی۔ اس میں ملاوٹ شامل

ہو گئی تھی۔ اس میں نفس کی چاہت اور خواہشات کی پیروی کی آمیزش ہو گئی تھی۔ اس طرزِ عمل میں آیت کے اس حصے میں جو سخت وعید آئی ہے وہ لرزا دینے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین و شریعت کے ساتھ جو بھی یہ معاملہ کرے گا کہ ایک طرف اللہ کی توحید، اس کی کتاب اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کا دعویٰ ہو، دوسری طرف اس کے دین اور اس کی شریعت کے ساتھ یہ معاملہ ہو کہ کچھ حصے پر عمل ہو اور کچھ حصہ کو چھوڑ دیا جائے یا اس کے برخلاف عمل کیا جائے تو اس امت کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ وہی معاملہ کرے گا جو سابقہ امت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۝ اور وَلَا تَجِدُ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۝ آج ہم بحیثیت امت دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔ ہمارا کوئی وقار نہیں، ہماری کوئی وقعت نہیں۔ یہ نقد سزا ہے جو ہم کو دنیا میں مل رہی ہے اس جرم کی کہ ہم نے بھی یہود کی طرح دین و شریعت کو اجزاء میں تقسیم کر رکھا ہے۔ مسجدوں میں تو اللہ کا حکم چلے، عدالتوں میں، اسمبلیوں میں، معاشیات میں، معاشرت میں، ملک کے مجموعی اور اجتماعی نظام میں اللہ کے احکام بے دخل رہیں ___ ان چند جملہ ہائے معترضہ کے بعد اصل مضمون کی طرف آیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ اور منع فرمایا جا رہا ہے کہ ان منکرینِ حق کی خواہشات کی ہرگز پیروی نہ کیجئے گا۔ دراصل اس اسلوب میں ان کفار اور مشرکین کو متنبہ کرنا ہے کہ تم ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ توقعات نہ رکھو کہ وہ تمہاری خواہشات کی پیروی کریں گے۔ یہ سب مفاہیم و معانی آیت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے میں سموئے ہوئے ہیں کہ: وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ

ایمان بالکتاب

آگے چلئے اور قرآن مجید کا یہ اعجاز دیکھئے کہ وہ چھوٹے چھوٹے جملوں میں نہایت جامعیت کے ساتھ نہایت اہم مضامین و موضوعات کا احاطہ کر لیتا ہے۔ کوزے میں سمندر بند کرنے کا محاورہ اگر صد فی صد راست آتا ہے تو وہ قرآن مجید کی ہر آیت پر راست آتا ہے۔ ___ اب اسی آیت کا اگلا حصہ پڑھئے اور دیکھئے کہ ایک بات ڈنکے کی چوٹ کہنے کا نبی اکرم کو حکم ہو رہا ہے۔ فرمایا:

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ

" اور (اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ میں تو ایمان رکھتا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے"
یہاں توقف کر کے پہلے " مِنْ کِتَاب " کی کچھ شرح سمجھ لیجئے۔ تفصیل کے لئے وقت نہیں لہٰذا اشارات ہی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ یہاں " مِنْ کِتَاب " فرما کر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ نبی اکرمؐ صرف قرآن کریم ہی کو منزّل من اللہ تسلیم نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر آسمانی کتاب کو ماننے کا اقرار فرماتے تھے۔ اسی بات کو سورۂ بقرہ کے آخری رکوع میں اس طرح واضح فرمایا گیا ہے: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۔ " ہمارے یہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس ہدایت یعنی قرآن پر ایمان لائے ہیں جو ان کے رب کی جانب سے ان پر نازل کی گئی ہے اور وہ بھی ایمان رکھتے ہیں جنہوں نے ہمارے رسولؐ کی تصدیق کی ہے۔ یہ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی طرف سے نازل کردہ تمام کتابوں پر اور اس کی طرف سے مبعوث کئے جانے والے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں " ـــ اور ہمارے رسولؐ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے: لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ " ہم اللہ کے رسولوں کے مابین تفریق نہیں کرتے "۔ مطلب یہ ہوا کہ تورات، زبور، انجیل اور دوسرے صحیفے جو بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ان سب پر بھی اور قرآن پر بھی ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ قرآن مجید درحقیقت تمام آسمانی کتابوں کا مھیمن و مصدّق ہے۔ پہلی کتابیں محرّف ہو گئیں، صحیفے گم ہو گئے قرآن ان سب کا جامع ہے اور تا قیام قیامت محفوظ رہے گا۔ چونکہ حضورؐ خاتم النبیّین والمرسلین ہیں۔ اسی طرح اللہ کے تمام رسولوں کی بھی خاتم النبیّین والمرسلین اور آپؐ کے صحابیؓ تصدیق کرتے ہیں ـــ اب آئیے آیت کے اس حصّے کی طرف ـ آپ نے دیکھا کہ آیت نمبر ۱۴ میں لفظ کتاب آ چکا ہے: وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ۔ بظاہر یہ کتاب کے ماننے والے ہیں، بظاہر یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان تورات پر ہے۔ لیکن ان کا یقین متزلزل ہو چکا ہے اپنے دینی سربراہوں کا کردار دیکھ کر ان کے رویّہ کو دیکھ کر، ان کے تفرقے کو دیکھ کر ان کتابوں پر سے ان کا اعتماد اٹھ چکا ہے۔ ان کا ایمان ہل چکا ہے۔ اس کے مقابلے میں یہاں نبی اکرمؐ کی زبان سے کیا کہلوایا جا رہا ہے۔! یہ کہ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ میرا ایمان تو اس کتاب پر ہے جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور میرا سارا عمل اس کے مطابق ہے۔ میں آ

اس پر چیا ہوا ہوں ___

قرآن میں تبدیلی کا مطالبہ سورۂ یونس میں مشرکین کے اس مطالبہ کا حوالہ آیا ہے۔ جو وہ قرآن میں تغیر و تبدل کے لئے کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ ہو جائے تو ہماری اور آپ کی صلح ہو سکتی ہے۔ سورۂ یونس میں فرمایا: وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ط "اور جب انہیں ہماری روشن اور بیّن آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو آخرت میں ہم سے ملنے کا یقین نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس کے بجائے کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اسی میں ردّ و بدل کر دو"۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ قرآن بہت Rigid ہے۔ یہ بالکل بے لچک ہے۔ اس کا موقف بہت سخت ہے۔ آخر دوسروں کو بھی Accomodate کیا جانا چاہیئے۔ مصالحانہ رویہ (Compromising Attitude) بھی تو ہونا چاہیئے۔ لہٰذا کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا پھر اسی میں تغیر و تبدل کرو ___ کچھ اس کی سختی کم کرو اور اسے نرم بناؤ۔ ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ط ___ جواب کیا دلوایا گیا۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ (آیت ۱۵)	"اے نبی! کہہ دیجئے کہ میرے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں اپنے جی سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کر دوں۔ میں تو خود اسی کے اتباع پر مامور ہوں جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے ہولناک عذاب کا خوف ہے"۔

"یعنی اگر یہ باتیں میں اپنے جی سے کہہ رہا ہوتا۔ یہ میرے اپنے نظریات ہوتے۔ میرا اپنا کوئی پروگرام ہوتا۔ کوئی پارٹی منشور ہوتا جس کو چند لوگوں کی مشاورت سے بنایا گیا ہوتا تو میں اس میں ترمیم و تنسیخ کر سکتا تھا۔ کوئی ردّ و بدل ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ اللہ کا کلام ہے اس کے فرامین ہیں جو میں تمہیں پڑھ کر سنا رہا ہوں"___ میں آپ کو کل کی تقریر میں سورہ زمر کی یہ آیت سنا چکا ہوں: وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ مجھے تو حکم ملا ہے کہ اللہ کا پہلا فرمانبردار میں خود بنوں۔ چنانچہ اللہ کے احکام کے سامنے سر جھکانے والا اور اس کی تابعداری کرنے والا سب سے پہلے میں خود ہوں۔ اس لئے میرے لئے

یہ کہاں ممکن ہے کہ قرآن مجید میں کوئی تبدیلی کرسکوں۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ ــــ یہی تو بات تھی کہ اسی زمر کے آخر میں کس قدر جلالی انداز ہے کہ : قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ٥ اے نبیؐ کہد یجئے جاہلو! کیا تم مجھے بھی حکم اور مشورہ دے رہے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی اور پرستش شروع کر دوں۔ اے حرص و ہوا کے بندو! مجھے اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ مجھے مصلحتوں کے راستے نہ دکھاؤ۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ کی بندگی کے سوا کوئی اور راستہ اختیار کروں۔ مجھے تو حکم ملا ہے : بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ٥ میں اللہ ہی کی بندگی اور پرستش کرتا رہوں اور اس کے شکر گزار بندوں میں شامل رہوں۔ وہی حکم یہاں ہے کہ : قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ

(جاری ہے)

بقیہ "درس حدیث"

اللہ کے راستے میں جدوجہد ایک اجتماعیت کے بغیر ناممکن ہے اور اس عمارت میں اجتماعیت کو سیڑھی کے ایک طرف لگے ہوئے کٹہرے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ پہلی سطح پر لوگ جب مل جل کر ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اللہ کی بندگی کریں گے تو اگرچہ معاشرے کے لوگ اسے ناپسند کریں گے مگر اس کے ساتھی جو اس راہ پر چل رہے ہیں وہ اسے گلے سے لگائیں گے۔ اسی طرح دعوت دین کے کام میں اللہ کے پیغام کی نشر و اشاعت میں سرمایہ، قوتِ تحریر، قوت تقریر اور دوسرے تمام وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا تب جا کر بات بنے گی۔ اسی طرح تیسرے اور آخری مرحلے کو سر کرنے کے لئے تو ایک ARMY DISCIPLINE والی جماعت تیار کرنا ہوگی جو اپنے امیر کے اشارے پر کٹ مرنے کو تیار ہو۔ جس طرح نماز کے لئے وضو شرط ہے اور یہ شرط فرض کا درجہ حاصل کرتی ہے۔ اسی طرح دین کی تبلیغ و دعوت، شہادت علی الناس اور اقامت دین جو فرائض دینی میں شامل ہیں، لزومِ جماعت شرط ہے اور اس طرح ایک دینی ہیئتِ اجتماعیہ کا قیام و التزام بھی فرض کے درجہ میں آجاتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین

غیبت

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

شبیر احمد نورانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتہائی قیمتی نعمتوں سے نوازا ہے ان میں سے ایک نعمت زبان ہے جس کا صحیح استعمال انتہائی خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے لیکن اگر اسے غلط استعمال کیا جائے تو ہر قسم کے فساد اور خرابی کی جڑ بن جاتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اور سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تحفظ پر بہت زور دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۱۔۔۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔــوْلًا ۝ (الاسراء : ۳۶)

ترجمہ: ”کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ کان اور دل سب کی باز پرس ہوگی۔“

۲۔۔۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ (ق : ۱۸)

ترجمہ: ”کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو“ (جو لفظ بھی زبان سے نکلتا ہے اسے ضبط کرنے والا ایک حاضر باش نگران موجود ہوتا ہے)

۳۔۔۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ (المؤمنون)

ترجمہ: یقیناً فلاح پائی ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور لغویات سے دور رہتے ہیں۔

۱۔۔۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سا مسلمان بہترین ہے؟

فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں (بخاری، مسلم، نسائی)
اسی معنی کی روایت بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔

۲۔۔۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہترین عمل کون سا ہے؟ ارشاد ہوا "وقت پر نماز کی ادائیگی"۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کونسا؟ آپ نے فرمایا "یہ کہ لوگ تیری زبان سے محفوظ رہیں"۔ (امام طبرانی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

۳۔۔۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راہِ نجات کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی زبان قابو میں رکھو۔ اپنے گھر پر قناعت کرو۔ اور اپنے گناہوں پر روؤ۔ (ابوداؤد، ترمذی، بیہقی)

اسی معنی کی حدیث طبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ۔۔۔ اور طبرانی و بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

۴۔۔۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا "جو مجھے زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔ (بخاری، ترمذی)

۵۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جسے اللہ تعالیٰ نے زبان اور شرمگاہ کے شر سے محفوظ کر دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا"۔ (ترمذی - ابن حبان)

۶۔۔۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین باتیں ناپسند فرمائی ہیں۔ ۱۔ فضول باتیں کرنا۔ ۲۔ مال ضائع کرنا۔ ۳۔ بلامقصد سوال کرتے رہنا۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

۷۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ غیر متعلق باتیں چھوڑ دے" (ترمذی)

۸۔۔۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جو کچھ بھی ہم بولتے ہیں کیا وہ ہمارے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تیری ماں تجھ کو روئے لوگ اپنی زبانوں کی وجہ سے ہی جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے۔ تیری سلامتی اس میں ہے کہ تو ہمیشہ

خاموش رہے۔ جونہی تو نے بات کی یا تیرے حق میں جائے گی یا تیرے خلاف۔" (طبرانی)

زبان کی حفاظت اور کم از کم گفتگو کے متعلق ذخیرہ حدیث میں غالباً ساٹھ کے قریب حدیثیں پائی جاتی ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ بطور نمونہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے تاکہ یہ فیصلہ فرمالیں کہ زیادہ گفتگو دنیا و آخرت میں مفید ہے یا کم از کم؟

مسلمان کی عزت

مسلمان کی عزت کا کیا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا مقام دیا ہے؟

اس کے لیے مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

۱۔۔۔ حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا۔" بلاشبہ تمہارے خون، مال اور عزت تم پر اسی طرح محترم ہیں جیسے آج کا دن، اس مہینے میں اور اس شہر کے اندر،" توجہ کرو! میں نے بات تم تک پہنچا دی ہے۔ (بخاری، مسلم)

۲۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مسلمان پر مسلمان کا خون، عزت اور مال قابلِ احترام ہیں" (مسلم، ترمذی)

۳۔۔۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "سود کی بہتر اقسام ہیں۔ سب سے چھوٹی قسم کا گناہ ایسا ہے جیسے آدمی اپنی والدہ کے پاس شہوت سے جائے اور بدترین قسم اپنے بھائی پر زیادتی کرنا ہے۔ (طبرانی)

اس معنیٰ کی روایت ابن ابی الدنیا نے "کتاب ذم الغیبۃ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۴۔۔۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

"اللہ کے ہاں بدترین گناہ کسی مسلمان کی عزت سے کھیلنا ہے،" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب: ۵۸)

ترجمہ: اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں۔ انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔

(ابو یعلیٰ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

۵۔۔۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل فرمایا "بدترین زیادتی

کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے" (ابوداؤد)

کیا اس کے بعد بھی کسی مسلمان کا دل یہ بات گوارا کرے گا کہ وہ کسی مسلمان کی عزت کو نشانہ بناکر اس سے کھیلتا رہے اور لطف اندوز ہو۔ یہ چند احادیث پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ ذخیرہ حدیث اس طرح کے احکام سے مالامال ہے۔

غیبت کیا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے دریافت کیا۔ تمہیں معلوم ہے غیبت کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرو جو اسے ناپسند ہو" کسی نے پوچھا۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اگر میرے بھائی کے اندر یہ بات موجود ہو؟ آپ نے فرمایا، جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر تمہارے بھائی میں موجود ہے تو تم نے غیبت کی اور اگر وہ بات اس میں موجود ہی نہیں تو تم نے بہتان باندھا۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

چنانچہ غیبت کی تعریف یوں ہوئی، کہ کسی مسلمان کا اس انداز میں تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو۔ اور اس کی تحقیر مقصود ہو۔

غیبت کی حرمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو، اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تمہیں خود یہ ناپسند ہے۔ اللہ سے ڈرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے"

توجہ طلب

اس فقرے میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس فعل کے انتہائی گھناؤنا ہونے کا تصور دلایا ہے، مردار کا گوشت کھانا بجائے خود نفرت کے قابل ہے کجا کہ وہ گوشت بھی کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا ہو اور انسان بھی کوئی اور نہیں خود اپنا بھائی ہو۔ پھر اس تشبیہ کو سوالیہ انداز میں پیش کر کے اور زیادہ مؤثر بنا دیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اپنے ضمیر سے پوچھ کر خود فیصلہ کرے کہ آیا وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے لیے تیار

ہے؟ اگر نہیں ہے اور اس کی طبیعت اس چیز سے گھن کھاتی ہے تو آخر وہ کیسے یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے ایک مومن بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر حملہ کرے جہاں وہ اپنی مدافعت نہیں کر سکتا اور جہاں اس کو یہ خبر تک نہیں ہے کہ اس کی بے عزتی کی جا رہی ہے؟ اس ارشاد سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ غیبت کے حرام ہونے کی بنیادی وجہ اس شخص کی دل آزاری نہیں ہے جس کی غیبت کی گئی ہو، بلکہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنا بجائے خود حرام ہے قطع نظر اس سے کہ اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اور اس کو اس فعل سے اذیت پہنچے یا نہ پہنچے۔ ظاہر ہے کہ مرے ہوئے آدمی کا گوشت کھانا اس لیے حرام نہیں ہے کہ مردے کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ مردہ بے چارہ تو اس سے بے خبر ہوتا ہے۔ کہ اس کے مرنے کے بعد کوئی اس کی لاش بھنبوڑ رہا ہے۔ مگر یہ فعل بجائے خود ایک گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح جس شخص کی غیبت کی گئی ہو، اس کو بھی اگر کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع نہ پہنچے تو وہ عمر بھر اس بات سے بے خبر رہے گا۔ کہ کہاں کس شخص نے کب اس کی عزت پر کن لوگوں کے سامنے حملہ کیا تھا اور اس کی وجہ سے کس کس کی نظر میں وہ ذلیل و حقیر ہو کر رہ گیا ہے۔ اس بے خبری کی وجہ سے اسے اس غیبت کی سرے سے کوئی اذیت نہ پہنچے گی مگر اس کی عزت پر بہر حال اس سے حرف آئے گا، اس لیے یہ فعل اپنی نوعیت میں مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے مختلف نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ - ص ۹۴)

مذکورہ آیت کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز میں بیان فرمائی ہے۔

۱ـــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو اسلم قبیلے کا ایک آدمی (ماعز بن مالک الاسلمی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے بارے میں زنا کا چار مرتبہ اقرار کرتے ہوئے کہا، میں نے کسی عورت سے بدکاری کی ہے۔ ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رُخ پھیر لیا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، تم یہ اقرار کیوں کر رہے ہو، اس نے عرض کی میری خواہش ہے کہ آپؐ مجھے پاک کر دیں۔ چنانچہ آپؐ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ اور وہ سنگسار کر دیا گیا۔ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو دوسرے سے یہ کہتے سُن لیا۔ "اسے دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا مگر اس کے نفس نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا، جب تک یہ کتے کی موت نہ مر گیا" راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر کچھ دیر چلتے رہے۔ آپؐ ایک گدھے کی لاش سے گزرے جس کی پھولنے کے بعد ٹانگ بھی اٹھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو (غیبت کرنے والا اور سننے والا) حکم دیا کہ "اس گدھے کی لاش کھاؤ" انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ اسے کون کھا سکتا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا "ابھی ابھی

جو تم اپنے بھائی کی عزت پر حرف زنی کر رہے تھے وہ اس گدھے کی بدبودار لاش کھانے سے زیادہ بری ہے۔" (ابنِ حبان)

دیگر کتابوں میں بھی اس معنی کی حدیث پائی جاتی ہے اگرچہ الفاظ میں کچھ کمی بیشی ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس حدیث کو دوبارہ سہ بارہ پڑھیں اور غور فرمائیں !!!

۲۔۔۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ اچانک بدبودار ہوا آئی اسی وقت آپؐ نے سوال کیا تم جانتے ہو یہ ہوا کیسی ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو لوگوں کی غیبتیں کرتے ہیں۔ (مسند الامام احمد رحمہ اللہ ۔ سند بالکل صحیح ہے)

غیبت سُننا

اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی غیبت کرے تو شریعت کی نگاہ میں انتہائی قبیح اور گھناؤنا جرم ہے اسی طرح کسی کی غیبت سننا بھی شرعاً حرام اور ناجائز ہے حسبِ ذیل شرعی دلائل پر غور فرمائیں اور نصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ٥ (المؤمنون: ۳)

ترجمہ: جو لوگ لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ٥ (الاسراء: ۳۶)

ترجمہ: کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ٥ (القصص: ۵۵)

ترجمہ: اور جب انھوں نے بےہودہ بات سُنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے، تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ تمہیں دُور سے ہی سلام ہے ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے۔

۱۔۔۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر دریافت کیا مالک بن الدخشم کہاں ہے؟ ایک آدمی نے کہا وہ منافق ہے اسے اللہ اور رسول سے کوئی محبت نہیں آپؐ نے فرمایا۔ ایسا مت کہو، تمہیں خبر نہیں کہ اس نے لا الٰہ الا اللہ صرف اللہ کی رضا کیلئے کہا ہے اور

اللہ تعالیٰ نے آگ ہر اس آدمی پر حرام کردی ہے جس نے لَا اِلٰہ اِلا اللہ اس کی رضا کے لیے کہا ہو۔

۲۔۔۔۔ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف غیبت کرنے والے بلکہ سننے والے کو بھی حکم دیا کہ وہ گدھے کی بدبودار لاش کھائیں کیونکہ جرم میں وہ دونوں برابر کے قصوروار ہیں۔

اس موقع پر تو ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا محافظ بن جائے اور حتی الوسع اپنے بھائی کا دفاع کرے جیساکہ مندرجہ احادیث کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۔۔۔۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے کہ اسے آگ سے بری کر دے۔ (مسند امام احمد۔)

۲۔۔۔۔ حضرتِ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے چہرے سے آگ دُور رکھے گا۔ (ترمذی)

۳۔۔۔۔ حضرت جابر بن ابی طلحہ الانصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرتا جہاں اس کی تذلیل کی جا رہی ہو اور اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرتا جہاں وہ اللہ کی مدد کا خواہاں ہو۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہو اور اس کی تذلیل و توہین کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے۔ (ابوداؤد)

نوٹ: مذکورہ بالا احادیث اس حدیث کی تائید کرتی ہیں۔

غیبت کرنے والے کا حالِ قبر:

حضرتِ ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا اور ایک دوسرا آدمی آپ کے بائیں طرف تھا۔ اچانک ہمارے سامنے دو قبریں آگئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور ان کو کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا جبکہ وہ اللہ کے ہاں عذاب کے لحاظ سے بہت بڑی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کون ایک شاخ لے کر آئے گا ہم دونوں دوڑے اور میں آگے نکل گیا۔ میں ایک شاخ لے آیا۔ آپ نے اسے دو ٹکڑے کیا اور ہر قبر پہ ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ مزید فرمایا "جب تک یہ تر و تازہ رہیں گی، ان کو کم عذاب ملے گا" ایک کو محض غیبت اور دوسرے کو پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔
دیگر کتب میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

غیبت کرنے والا میدانِ حساب میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی جس کے پاس مال و متاع نہ ہو، آپ نے ارشاد فرمایا "میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو نماز روزہ کی ادائیگی کے ساتھ روزِ قیامت حاضر ہو (اور اس کے ساتھ ساتھ) کسی کو گالی دی، کسی پر بہتان لگایا، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا۔ پھر ہر ایک کو اس کی نیکیاں اس کے حق کے مطابق بانٹ دی جائیں گی۔ اور اگر حقوق ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں۔ تو ان کی بُرائیاں لے کر اس کے ذمے ڈال دی جائیں گی پھر اسے آگ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم، الترمذی)

غیبت کرنے والے کا عذاب

۱۔۔۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ نے آگ میں ایک گروہ کو دیکھا جو بد بودار لاش کھا رہا تھا۔ پوچھا جبریل! یہ کون ہے؟ کہا یہ وہ ہیں جو لوگوں کی غیبتیں کرتے تھے۔ (صحیح سند کے ساتھ امام احمد نے ذکر کیا ہے)

۲۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے معراج ہوا تو ایسی قوم کے پاس سے گزرا، جن کے ناخن تانبے کے تھے۔ اپنے سینوں اور چہروں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا جبریل یہ کون ہیں؟ کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی عزت پر حملہ آور ہوتے تھے۔ (ابو داؤد)

غیبت کا کفّارہ

اگر کسی مسلمان سے اپنے بھائی کی غیبت سرزد ہو جائے تو اس کا کفارہ حسب ذیل ہوگا۔
۱۔۔۔ جس آدمی کی غیبت ہوئی ہے اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ تو غیبت کرنے والا اس کے حق میں اس قدر استغفار کرے کہ اس کا اپنا دل مطمئن ہو جائے۔ کہ میں نے اپنے بھائی کی حق رسی کر دی ہے۔

امت کے معتبر علماء کا یہی فتویٰ ہے ۔۔۔ اور اس کے علاوہ کوئی صورت ممکن بھی نہیں۔

۲۔۔۔ اور اگر وہ زندہ ہے اور یہ ممکن ہے کہ اس سے معذرت کر لی جائے۔ تو غیبت کرنے والا اس سے معذرت کرے۔

دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس

کسی کے ذمے اس کے بھائی کا حق ہو وہ اسے اس دن سے پہلے معاف کروالے جس دن نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم۔ وہاں تو صرف اس کی نیکیاں لی جائیں گی۔ اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو دوسرے کی برائیاں اسے سونپ دی جائیں گی (بخاری مسلم)

عفوو درگذر ایک سچے مسلمان کا یہ مقام ہے کہ اگر اس سے کوئی (خواہ مسلمان یا کافر) بھی عفوو درگذر کی درخواست کرے تو وہ فوراً اسے خندہ پیشانی سے قبول کرلے کیونکہ اللہ احکم الحاکمین کا ارشاد ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ٥ (اعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: نرمی و درگذر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کیے جاؤ اور جاہلوں سے نہ الجھو۔

اور بندۂ مومن کی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان فرمائی ہے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ. وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (آل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔

مزید ارشاد ہوا۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ٥ (الشوریٰ: ۴۳)

ترجمہ: اور جو شخص صبر سے کام لے اور درگذر کرے تو یہ بڑے اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو معاف کرنا اپنی طرف سے معافی کا ذریعہ اور سبب قرار دیا ہے۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور: ۲۲)

ترجمہ: انہیں معاف کر دینا چاہیئے اور درگذر کرنا چاہیئے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔

سنتِ مطہرہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاف کردینا، درگذر کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی پسندیدہ ہے اور رفع درجات کا موجب ہے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ انکساری سے کام لوں۔ تم میں سے کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر جتائے۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ تھی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا البتہ حدود اللہ کی خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ضرور سزا دی ہے (بخاری مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "صدقہ سے مال

کم نہیں ہوتا، بندہ اگر معاف کرے تو اللہ تعالیٰ اسے مقامِ عزت عطا کرتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے انکساری کی اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند فرماتا ہے (مسلم)

اسی معنی کی حدیث متعدد کتب میں موجود ہے۔

غیبت کی جائز شکلیں

خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ کے مطالعہ سے مندرجہ قانون وقاعدہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ غیبت صرف اس صورت میں جائز ہے جب شرعاً اس کی ضرورت ہو اور واقعۃً یہ ضرورت اس کے بغیر پوری نہ ہو سکتی ہو۔ لہٰذا محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حسبِ ذیل شکلیں جائز قرار دی ہیں۔

۱۔۔۔ مظلوم اپنی شکایات ظالم کے خلاف عدالت یا حاکم کے سامنے پیش کرے۔

۲۔۔۔ بغرضِ اصلاح کسی فرد یا ادارے کی شکایات کسی فرد یا ادارے کو کرے جو اس کی اصلاح کر سکتا ہو۔

۳۔۔۔ مفتی کے سامنے بغرضِ فتویٰ صورتِ مسئلہ پیش کرے۔

۴۔۔۔ مسلمانوں کو شر سے محفوظ کرنے کے لیے حدیث کے راویوں، مقدمہ کے گواہوں یا اہلِ تصنیف و تالیف کی کمزوریوں سے آگاہ کرے۔ اسی طرح رشتے ناطے کے مشورے، کاروباری معاملے، امانتوں کے بارے میں اعتماد کی خاطر کسی کے بارے میں نامناسب بات کرنا بھی شامل ہے۔

۵۔۔۔ ان لوگوں کے خلاف آواز بلند کرنا جو فسق و بدعت علی الاعلان کر رہے ہوں اور ان کی وجہ سے معاشرے کا دینی معیار تباہ ہو رہا ہو۔

۶۔۔۔ افراد کا ایسا نام لینا جن سے وہ مشہور ہوں اگرچہ الفاظ نامناسب ہی کیوں نہ ہوں جیسے اعمیٰ (اندھا) اعمش (بھینگا)، اعرج (لنگڑا) وغیرہ وغیرہ۔

جن احادیث کو بنیاد بنا کر محدثین کرام نے قاعدے وضع کیے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔۔۔ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو گھر قوم کا بدترین فرد ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲۔۔۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ فلاں فلاں آدمی ہمارے دین کو بالکل نہیں سمجھتے (بخاری)

۳۔۔۔ حضرتِ فاطمہ بنتِ قیس کہتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ابوالجہم، اور معاویہ (رضی اللہ عنہا) نے مجھے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، معاویہ رضی اللہ عنہ غریب آدمی ہے اور ابوالجہم رضی اللہ عنہ کی لاٹھی ہمیشہ کندھے پر ہوتی ہے (بہت مارتا ہے۔ یا بہت سفر کرتا ہے)

۴۔۔۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ابوسفیان کی اہلیہ "ہند" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور کہا ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ وہ اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کو پورا ہو۔ الا یہ کہ از خود بلا اطلاع لے لوں۔ آپؐ نے فرمایا مناسب طریقے سے جتنا تجھے اور تیری اولاد کو پورا ہو لے لیا کر۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) (بخاری، مسلم)

الدین النصیحۃ غیبت کا باعث عام طور پر کسی بھائی سے ذاتی رنجش یا اس کی شرعی خلاف ورزی کی بنا پر دینی حمیت ہوتی ہے۔ لہٰذا بجائے اس بھائی کی غلطی کو نامناسب طریقے سے اچھالنے کے (جس سے غلطی اور برائی کو تشہیر بھی ملے اور بھائی کی عزت بھی جائے) مناسب اور بہتر یہ ہے کہ اس مسلمان بھائی سے براہِ راست رابطہ قائم کر کے اس سے وضاحت طلب کر لی جائے اگر کسی کو غلط فہمی ہوگی تو ازالہ ہو جائے گا۔ اور اگر واقعتاً اس سے خطا سرزد ہوئی ہے تو اس کو بہتر اور مناسب طریقے سے توجہ دلائی جائے۔ وہ یقیناً اس پر شرمسار ہو گا۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت چاہے گا۔ اور اگر کسی وجہ سے اس سے رابطہ ناممکن ہو تو کسی دوسرے صاحب اثر مسلمان بھائی کے ذریعے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، خیر خواہی کا بھی یہی تقاضا ہے۔ خیر القرون سے دو مثالیں برائے غور حاضر خدمت ہیں۔ خالی الذہن ہو کر ان پر غور فرمائیں۔

حضرت ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ حضرت عمر، ابوبکر سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر ان کے پیچھے معذرت کے ارادے سے گئے۔ لیکن انہوں نے معذرت قبول نہ کی بلکہ دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوالدرداء کا بیان ہے کہ ہم اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے حضرت ابوبکر کو دیکھتے ہی کہا کہ "تمہارا یہ ساتھی نیکی میں آگے بڑھ گیا ہے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے کیے پر شرمساری ہوئی۔ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، سلام کیا اور آپؐ کے پاس بیٹھ کر سارا واقعہ سنایا۔ حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آگئے جبکہ حضرتِ ابوبکر مسلسل یہ کہے جا رہے تھے۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ یقیناً قصور میرا زیادہ ہے۔ آپؐ نے تکرار فرمایا "کیا تم میرے ساتھی سے درگذر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اسنے میرا اس وقت ساتھ دیا جب تم نے جھٹلایا تھا۔ الخ (رضی اللہ عنہم اجمعین) (بخاری، کتاب التفسیر)

حضرتِ عثمان رضؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سب صحابہ کو شدید صدمہ ہوا۔ حتیٰ کہ بعض تو بالکل پریشان حال ہو گئے۔ میرا حال بھی یہی تھا، میں اسی حال میں تھا

کہ حضرت عمر گزرے اور سلام کیا جس کی مجھے قطعاً خبر نہ ہوئی چنانچہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے پاس شکایت کی پھر وہ دونوں میرے پاس آئے اور سلام کیا، حضرت ابوبکر نے کہا کیا بات تھی ؟ کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے کہا، میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر نے جواباً کہا، بخدا تم نے ایسا ہی کیا ہے حضرت عثمان کہتے ہیں، میں نے کہا مجھے آپ کے گزرنے اور سلام کرنے کی قطعاً خبر نہیں، حضرت ابوبکر نے کہا عثمان سچ کہتا ہے۔ ہاں تجھے اس اہم معاملے (وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے خبر کر دیا تھا۔
(مشکوٰۃ بحوالہ مسند الامام احمد)

آخری گذارش

قارئین کرام :-
اس ساری بحث میں کوشش صرف یہی کی گئی ہے کہ صرف آیات مبارکہ اور سنت ثابتہ کو من وعن بلا تبصرہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ اقوال وغیرہ سے دانستہ اعراض کیا۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور قابلِ اعتماد سنت آپ کے سامنے آجائے۔ اور آپ علیٰ وجہ البصیرہ اس پر صدقِ دل سے عمل کر سکیں۔ امید ہے کہ آپ اس پر غور کر کے فیصلہ کریں گے کہ موجودہ رویہ بہتر ہے یا کہ سنت کے مطابق عمل کرتے ہوئے غیبت کو ترک کرنا۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

پروردگار: ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما، اور آگ کی سزا سے محفوظ کر دے۔

اعتذار

گذشتہ ماہ (جون) کے میثاق میں اباجان کے "دورۂ ہند" پر مشتمل راقم کی ایک مفصل روداد شائع ہوئی تھی جس پر کراچی سے ہمارے ایک قابلِ احترام قاری نے "اغلاط نامہ" مرتب کر کے راقم کو ارسال کیا تھا — راقم اُن کا شکریہ ادا کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ آئندہ بھی میثاق کی تحریروں کے ضمن میں اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہیں گے۔ البتہ چند مُوالیسے ہیں جن کی طلاح ضروری ہے — اوّلاً: حیدر آباد دکن میں اباجان کا ایک خطاب "اعزہ اسکول" کے میدان میں تھا جس کو راقم نے "عیضاء" اسکول لکھا تھا۔ اہل حیدر آباد میں اباجان کے خطابات کے ضمن میں جو کارڈ انہوں نے تقسیم کئے تھے، اُن پر عیضاء اسکول ہی تحریر تھا — ثانیاً: بعض غلطیاں ایسی بھی تھیں جنکی پروف ریڈنگ کرتے ہوئے راقم نے نشان دہی کر بھی دی تھی، بعض اسباب کی وجہ سے اُنکی تصحیح رہ گئی — ثالثاً: حیدر آبادی حضرات کے "ق" کو "خ" تلفظ کرنے کا جو ذکر راقم نے کیا تھا، اُس سے کسی درجے میں بھی اُن کا استہزاء مقصود نہیں تھا بلکہ ایک واقعہ کا بیان تھا — راقم کو پوری امید ہے کہ ہمارے حیدر آبادی بزرگوں اور بھائیوں نے اس کا بُرا نہیں منایا ہوگا — !!

درسِ حدیث

ڈاکٹر عبدالسمیع

حدیث نمبر ا

اِنما الاعمال بالنیّات و "بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر
انما لکل امریٔ مانوای ہے اور یقیناً ہر شخص وہی
کچھ پائے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو بہت سے محدثین نے ایمان و اسلام کی اصل بنیاد قرار دیتے ہوئے اپنے مرتب کردہ مجموعہ ہائے احادیث میں پہلے نمبر پر رکھا ہے اس حدیث کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو بہت سے اصحاب رسولؐ نے بیان کیا مگر جہاں اکثر احادیث اگر مختلف لوگ بیان کریں تو مفہوم کے مشترک ہونے کے باوجود الفاظ کا کچھ نہ کچھ فرق رہ ہی جاتا ہے جس طرح ایک واقعہ بہت سے لوگوں نے دیکھا اس واقعے اور اس کے دوران ہونے والی گفتگو کو ہر شخص اپنے الفاظ میں بیان کریگا یہی معاملہ اکثر احادیث کا ہے لیکن یہ حدیث ان چند احادیث میں سے ہے جس کو بیان کرنے والے بھی سینکڑوں لوگ ہیں مگر اس کے الفاظ بھی تمام روایات میں ایک ہی ہیں۔ فنِ حدیث کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو "متواتر لفظی" کہتے ہیں۔

اس ارشادِ نبوی کے اندر سب سے پہلی بات تو یہ نوٹ کرنے کی ہے۔ کہ 'لکل امریٔ مانوای' میں "کل" سے پہلے جو "ل" آئی ہے وہ اشارہ کر رہی ہے کہ کسی شخص کے حق میں جو انعام آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ پہلے حصے میں جن اعمال کا تذکرہ ہے وہ نیک اعمال ہی ہیں جبکہ نیک نیتی کے ساتھ

بُرائی کا کوئی سوال ہی نہیں - البتہ بھول چوک میں کی گئی برائی اس کے تحت آسکتی ہے کہ اس برائی کا اخلاقی نتیجہ جو آخرت میں ظاہر ہونا چاہیئے وہ زائل کر دیا جائے گا جبکہ دنیا میں اس بُرائی کا اثر بہر حال ظاہر ہو کر ہی رہے گا مثلاً اگر کوئی شخص غلطی سے کسی پرندے کا شکار کرتا ہوا انسان پہ فائر کر بیٹھے تو اس کی غلطی کا لحاظ کرتے ہوئے آخرت کی سزا تو معاف ہو سکتی ہے مگر گولی اپنا طبعی اثر تو دکھا کر رہے گی یعنی کسی کو زخمی کرنا یا قتل کرنا وغیرہ، علاوہ ازیں اور بھی بُرائیاں توبۃ النصوح کے ذریعہ معاف ہو سکیں گی -

نیک اعمال کے سلسلے میں یہ حدیث بلاشبہ بہت بنیادی ہے کہ ایک عمل بظاہر کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو لیکن اگر اس سے مقصود اللہ کی رضا جوئی اور اللہ کی فرمانبرداری اور آخرت کا اجر نہ ہو تو وہ عمل دنیوی شہرت یا اس طرح کا کوئی دنیوی فائدہ تو شائد دے سکے مگر آخرت کے دن اللہ کے ترازو میں کوئی وزن نہ پائے گا -

اس حدیث سے مطلوب اعمال میں خلوص پیدا کرنا ہے - خلوص کے معنی خالص ہونے کے ہیں اور خالص کا اطلاق اسی چیز پر ہوتا ہے جو سو فیصد خالص ہو - علامہ اقبال نے ٹیپو سلطان پر اپنی مشہور نظم میں فرمایا تھا -

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

لہذا اللہ کو خوش کرنے کی بجائے انسانوں سے داد لینے کی خاطر سخاوت، اللہ کے راستے میں جنگ اور قرآن مجید کو پڑھنے پڑھانے جیسے بہترین اعمال بھی حضورؐ کے ایک اور فرمان کے مطابق قیامت کے دن بیکار ثابت ہوں گے اللہ جب اپنے ان بندوں سے اپنے احسان جتلا کر یہ پوچھے گا کہ تم کیا کر کے لائے ہو تو سخی اپنی سخاوت شہید فی سبیل اللہ اپنی قربانی اور قاری و عالمِ قرآن اپنی خدمت کا حوالہ دے گا - جس پر پروردگار کہے گا تم جھوٹ کہتے ہو - تم نے یہ کچھ اس لئے کیا تھا کہ لوگ تمہیں "سخی" "بہادر" یا "قاری اور عالم" کہیں - تو وہ دنیا میں کہا جا چکا اب یہاں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے - لہذا انہیں اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا یہاں ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ اخلاصِ نیت کا بنیادی تقاضا اللہ کی فرمانبرداری ہے -

لہذا حکم معلوم ہو جانے کے بعد اس حکم کو بجا لانا نہ چاہتے ہوئے بھی ضروری ہو گا۔ اس بنیادی نیت کے صحیح ہونے کے بعد اگر اضافی طور پر انسان کے اندر یہ خیال پیدا ہو کہ لوگوں میں شہرت بھی ہو گی تو کوئی مضائقہ نہیں بس انسان اس خیال کو حتی الامکان دل میں جگہ نہ دے اور اس کو کسی بھی صورت اصل محرکِ عمل نہ بننے دے۔ اس خیال کی نفی کرنے کی غرض سے نیکیوں کو ترک کرنا کسی صورت روا نہیں بلکہ فرائض کی بجا آوری سرِعام کرنا اور نوافل کی ادائیگی چھپ کر کرنا مشکور ہو گی۔ تنہائی میں چھپ کر ادا کئے گئے نوافل ان شاء اللہ فرائض میں خلوص کی کمی کی تلافی کا سبب بنیں گے اور فاسد خیالات رفتہ رفتہ کم ہوتے چلے جائیں گے۔

حدیث ۲

بنی الاسلام علی خمس	اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے
شہادۃ ان لا الٰہ الا	اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے
اللہ وان محمدا رسول اللہ	سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور یہ کہ
واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول
وحج البیت وصوم رمضان	ہیں اور ۲ نماز قائم کرنا اور ۳ زکواۃ

ادا کرنا اور ۴ بیت اللہ کا حج کرنا اور ۵ رمضان کے روزے رکھنا،،

اس حدیث مبارکہ میں حضورؐ نے اسلام کی پانچ بنیادوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک اور حدیث میں ان پانچ میں سے ایک یعنی "نماز" کو دین کا ستون قرار دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ کے نزدیک دینِ اسلام کی مثال ایک عمارت کی سی ہے۔ جس کی پانچ بنیادوں میں چار کی حیثیت ستونوں کی ہے اور ایک یعنی ایمان (اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب) کی حیثیت معروف معنوں میں عمارت کی بنیاد کی ہے۔

ایمان/بنیاد

کسی عمارت کی بنیاد کے بھی دو حصے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو زمین کھود کر رکھی جاتی ہے اور بنیاد کا دوسرا حصہ جو زمین سے باہر نظر بھی آتا ہے جسے جدید تعمیر میں (PLYNT:H) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اوّل الذکر اسلام کی پیشِ نظر عمارت میں تصدیق قلبی یا دل سے مان لینے کی مثال ہے جبکہ مؤخر الذکر یعنی [illegible] اقرار باللسان یعنی زبانی اقرار کی -

عبادات/ارکان

اسلام کی اس عمارت میں ارکان اور ستونوں کی حیثیت حاصل ہے ان چار عبادات کو جن کو اکثر و بیشتر کل اسلام سمجھ لیا جاتا ہے جو انتہائی نامعقول روش ہے - چونکہ کسی عمارت کی بنیاد اور ستونوں کی اہمیت کا انکار تو ممکن ہی نہیں ہے لیکن ان کو مطلوب اور مقصود کبھی نہیں سمجھا جاتا اور نہ ہی ستونوں اور بنیاد کو عمارت کہا جاتا ہے البتہ بنیاد جتنی گہری ہو گی اور بنیاد اور ستون جس قدر مضبوط ہوں گے عمارت اور اس کی منزلیں اسی قدر مضبوط اور دیرپا ہوں گی -

اگر کوئی عمارت بغیر بنیاد کے کھڑی کر دی جائے یا اس کی بنیاد زیادہ گہری نہ ہو یا اس کے ستون اور بنیاد ناپختہ ہوں تو کون نہیں جانتا کہ ذرا سی تیز آندھی، شدید بارش اور معمولی زلزلہ بھی اس عمارت کو زمین بوس کر دے گا - لہٰذا اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام کی بنیاد یعنی ایمان اگر سطحی (یعنی زبانی اقرار) ہو یا کمزور ہو اسی طرح اس کے ستون یعنی نماز روزہ حج اور زکوٰۃ اگر مضبوطی سے کھڑے نہ کیے گئے ہوں تو ایسی عمارت دین کے راستے میں آنے والے مصائب کی ایک آندھی اور جان و مال کے نقصان کی دھمکی زلزلے کی شکل میں ایک ہی جھٹکے سے زمین پر آ رہے گی -

اسلام کے تین تقاضے

تین منزلیں : قرآن و سنت کی روشنی میں دین اسلام کے تین تقاضے ہمارے سامنے آتے ہیں -

(i) عبادت رب :- اللہ کی غلامی کو اختیار کرنا اور اللہ اور رسول کے تمام احکام کو بجا لانا -

(ii) دعوتِ دین :- دوسروں تک اللہ کے پیغام کو پہنچانا اور اللہ کا بندہ بننے کی دعوت دینا -

(iii) اقامتِ دین :- دین کو قائم کرنا - اسلام کو دنیا میں غالب کرنا -

اسلام کے پیشِ نظر نقشے میں ان تینوں مطالبوں کو تین چھتوں کی صورت میں دکھایا

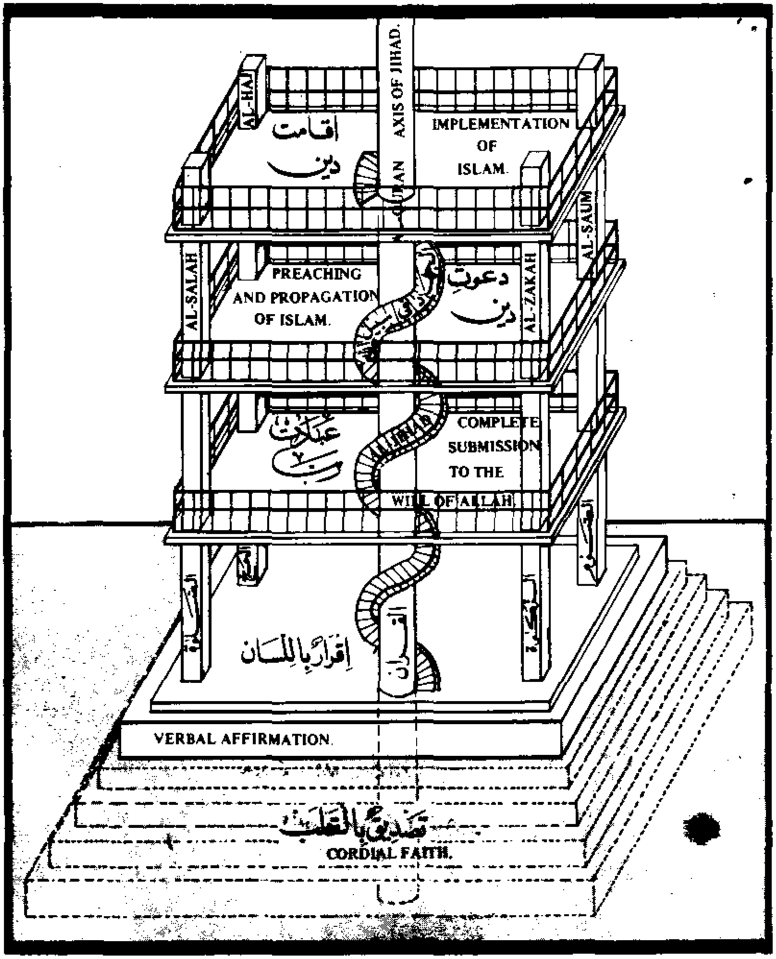

فرائض دینی کا خاکہ

گیا ہے ۔۔۔ ان تینوں میں پہلا مطالبہ جسے پہلی چھت کی حیثیت حاصل ہے عبادتِ رب ہے یہ ایمان کا اوّلین تقاضا ہے یعنی ایمان کی صورت میں جس ہستی کو اپنا خالق و مالک اور پالنے والا مانا ہے اس کے احکامات کو مانا جائے اور اسکی بلا چون چرا پوری زندگی میں اطاعت کی جائے اس کے احکام جو اس کے رسول کی وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں ان کو بجالایا جائے اگرچہ وہ نفس کو ناپسند ہی کیوں نہ ہوں خواہ کسی

خاص وقت میں دل ان پہ آمادہ نہ ہو بلکہ "نوکر کی تے نخرہ کی" کے مصداق مالک کا ہر حکم ایک مخلص نوکر کی طرح مانا جائے۔

اسلام کا دوسرا تقاضا جسے دوسری چھت سے دکھایا گیا ہے، دوسروں کو اللہ کا بندہ بننے کی دعوت ہے یہ بھی ایمان کا تقاضا ہے چونکہ ایمان صرف اللہ کو اپنا مالک و رب ماننے پر نہیں، تمام مخلوقات کا خالق و مالک ماننے پر لایا گیا تھا لیکن بالفعل چاند سورج زمین ہوائیں پودے پرند چرند تو اس کا حکم مانتے نظر آتے ہیں مگر انسان اس کا نافرمان ہے جبکہ یہ بھی اس کا دیا ہوا رزق کھاتا اور اسی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس سطح پر بندگی کی یہ دعوت افراد کو ذاتی سطح پر ہو گی بغیر دباؤ کے ہو گی یعنی یہ کہ لوگوں کو اپنی آمادگی سے بندگیٔ رب کو اختیار کرنے کی دعوت دی جائے گی۔

اسلام کا تیسرا تقاضا اقامتِ دین ہے یعنی اللہ کی زمین پر اللہ کے احکام کو نافذ کرنا جہاں دوسری سطح پر افراد کو کھلی اجازت تھی کہ وہ چاہیں تو اللہ کو مانیں اور چاہیں تو انکار کریں وہاں اس سطح پہ مذکورہ بالا اجازت کے ساتھ ساتھ ان دوسرے افراد کو اسلام میں رکاوٹ کی اجازت نہیں ہو گی یعنی ملک کا قانون اسلام ہی کا ہو گا بالفاظِ دیگر (PERSONAL LAW) کی حد تک ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب پر رہنے کی اجازت ہو گی جبکہ (LAW OF THE LAND) اللہ ہی کا ہو گا۔

سیڑھی / جہاد

اسلام کی اس عمارت پہ چڑھنے کے لئے جس سیڑھی کی ضرورت پڑتی ہے (جو اس نقشے میں گول سیڑھی کی شکل میں دکھائی گئی ہے) وہ "جہاد" ہے۔ جہاد کا لفظ جہد (کوشش) سے نکلا ہے اور جہاد کے معنی ہیں کسی مخالف قوت کے ساتھ کشمکش کرنا۔ یہ کشمکش ہر سطح پر مطلوب ہو گی۔ پہلی منزل پر چڑھنے کے لئے بھی انسان کو ایک طرف اپنے نفس کے حیوانی تقاضوں اور شیطان سے کشمکش کرنی ہو گی تو دوسری طرف معاشرے کے ساتھ چومکھی جنگ لڑنا ہو گی۔ اسی طرح دوسری منزل یعنی دعوت دین کا فریضہ انجام دینے کیلئے معاشرے کے تمام باطل نظریات کے خلاف جہاد کرنا پڑے گا اور دعوت دین کے لئے ارشاد ربانی "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ"

کے مصداق دعوتِ دین کو دلنشین واعظانہ پیرائے میں بھی عوام کے سامنے رکھنا پڑے گا۔ اور معاشرے کے ذہین افراد کے سامنے حکمت و دانائی کے ساتھ پیش کرنا ہوگا اور عوام الناس کے اوپر سے باطل نظریات کی مرعوبیت کو ختم کرنے کے لئے بحث مباحثے کے میدان میں بھی دعوت کے مخالفین کو زیر کرنا پڑے گا اور تیسری منزل پر چڑھنے کے لئے یعنی اللہ کے دین کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے یہ جہاد قتال فی سبیل اللہ کی شکل (یعنی اللہ کے راستے میں جنگ) اختیار کرے گا لہذا باطل قوتوں اور اللہ کے دین کے قیام میں رکاوٹ بننے والے افراد سے نبٹنے کے لئے سیف بدست میدان میں آنا پڑے گا اور آگ اور خون کی دشوار وادی سے گذر کر ہی یہ فرض ادا ہو پائے گا چونکہ وہ لوگ جن کا VESTED INTEREST سابقہ باطل نظام میں ہوگا وہ کبھی اسلام کے غلبہ کو پسند نہیں کریں گے۔ لہٰذا وہ مدافعت کریں گے اور ان کو کچلے بغیر بات نہیں بنے گی۔

سیڑھی کا محور/ قرآن مجید یہ اسلام کی اس عمارت کا مرکزی وجود ہے۔ یہ آسمان سے نازل ہو کر انسان کے دل میں اتر جاتا ہے تو دل میں ایمان کی تخم ریزی ہوتی ہے اور ایمان دل میں جڑ پکڑتا ہے جتنی گہری جڑ یہ پکڑے گا اور دل سے شکوک وشبہات کے کانٹے نکل جائیں گے اتنا ہی مضبوط جذبۂ جہاد انسان کے دل میں پیدا ہوگا اور اس سارے جہاد کے لئے مرکز و محور کی حیثیت بھی اسی قرآن کو حاصل رہے گی یہ قرآن اللہ سے رابطہ اور اس کا کلام ہونے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ اس کے بندے کے لئے ہم کلام ہونے کا ذریعہ بنے گا۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاؤ کے لئے بھی انسان کے پاس سہارا قرآن مجید ہی ہے۔ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورۃ البقرہ)
اسی طرح اللہ کی بندگی کی دعوت کا بہترین ذریعہ بھی قرآن کے پیغام کو عام کرنا ہے اور آخری مرحلے کی مشکلات و مصائب میں انسان کا واحد سہارا اللہ ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے قرآن کی کثرت کے ساتھ تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

ٹینٹ اور ترپال

بنانے کا ممتاز ادارہ

ایچ نظام دین اینڈ سنز

مرکزی دفتر

محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی

(آخری قسط)

عورت
اور
اسلامی معاشرہ

احمد افضال

سورۂ احزاب میں ارشادِ الٰہی ہے:

"اپنے گھروں میں ٹک کر رہو" (آیت - ۳۳)

حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:

"عورت مستور رہنے کے قابل چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور اللہ کی رحمت سے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو"[1]

ایک اور حدیث میں ہے:

"عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور وہ اپنی رعیّت کے لئے جواب دہ ہے"[2]

معلوم ہوا کہ عورت کا دائرۂ کار اس کا گھر ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں کے فرائض بالکل جدا اور علیحدہ ہیں۔ دونوں کی جسمانی اور ذہنی ساخت اور صلاحیتیں مختلف ہیں۔ مزاجی و عقلی اعتبار سے دونوں کی پختگی اور خامی بھی ظاہر ہے۔ عورت کو نرم مزاج، لطیف جذبات، شیرینی اور نزاکت دی گئی ہے۔ جبکہ مرد کو مضبوط جسمانی اور دماغی اعصاب، جذبات سے زیادہ عقل سے کام لینے کی صلاحیت اور شدائد (جنگی یا کاروباری مصائب) کا مقابلہ کرنے والی فطرت عطا کی گئی ہے۔ عورت کی ساخت میں قدرتی طور پر جمنے اور ٹھہرنے کے بجائے جھکنے اور ڈھل جانے کی خاصیت ہے۔ جبکہ مرد کی فطرت میں شدت، سخت گیری، سرد مزاجی، تحکم اور مزاحمت ہے۔ عورت کی فطرت گریز اور فرار سے عبارت ہے۔ جبکہ مرد کی

---

[1] ترمذی [2] بخاری

فطرت میں اقدام اور جسارت ہے۔ درحقیقت دونوں صنفوں کی قوتوں اور صلاحیتوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ کس صنف کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

عورت اپنی رائے، عقل، مزاج اور ظاہری و باطنی ساخت کے لحاظ سے صاحبِ عقل مرد اور بے عقل بچے کے درمیان کی کڑی ہے۔ اگر فطری قانون میں بالغ اور بچے کے عمل کی حدود جدا جدا ہیں تو عورت اور مرد کے فرائض بھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہ درست ہے کہ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو ذہنی اور عقلی صلاحیتوں کے اعتبار سے مردوں کی ہم پلہ ہوتی ہیں اور ایسے مرد بھی ہوتے ہیں جو جذبات کے اعتبار سے عورتوں جیسے ہوں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ قانون اور ضابطے اکثریت کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ استثناء اپنا کلیہ نہیں بناتے بلکہ دوسرے کلیات کو ثابت کرتے ہیں۔ مرد اور عورت کے دائرہ ہائے کار کا تعین اکثریت کے مزاج اور اکثریت کی صلاحیتوں کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ اور کرنے والا خود خالقِ کائنات ہے جس کے علم اور جس کی حکمت پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا۔ سوال یہ ہے کہ ہم اور آپ لوگوں کی صلاحیتوں کا تعین زیادہ بہتر انداز میں کر سکتے ہیں یا وہ ہستی جس نے ہم سب کو تخلیق کیا ہے؟

"کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے! حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے؟"

(الملک - ۱۴)

پس معلوم ہوا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے اور سب کی کمزوریوں اور صلاحیتوں کو بھی جانتا ہے۔ لہٰذا اس بات کا فیصلہ کرنے کا حق بھی اسی کو ہے کہ کس کا دائرۂ کار کیا ہو؟ ہمارا فرض تو یہ ہے کہ اس کے فیصلے کے سامنے سر جھکا دیں ــــــ

اسلام اور فطرت نے عورت پر جو فرائض عائد کئے ہیں وہ اس قدر اہم ہیں کہ انہیں غیر ضروری سمجھ کر ترک کر دینا نہایت خطرناک غلطی ہے۔ عورت کے فرائض اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ وہ اگر ان کی طرف کماحقہٗ توجہ دے تو اسے کسی دوسری سرگرمی کی جانب دیکھنے کا وقت بھی نہ ملے۔ ملک کی ترقی کے لئے جتنی ضرورت اچھے سائنسدانوں، منتظموں، سپہ سالاروں اور سیاستدانوں کی ہے اتنی ہی ضرورت اچھی ماؤں اور اچھی بیویوں کی بھی ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عورت بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں الجھ کر بھی بچوں کی درست پرورش اور صحیح نگہداشت کر سکتی ہے وہ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ نوعِ انسانی کی تکثیر اور حفاظت کے لئے فطرت نے چار ادوار مقرر کئے ہیں حمل، وضعِ حمل، رضاعت اور تربیت۔ ان میں سے ہر دور عورت کی زندگی کا انتہائی مشکل دور

ہے جس سے غفلت برتنا نہ صرف اس کے لئے بلکہ بچے کے لئے بھی مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ نسلِ انسانی کی فلاح کے نقطۂ نظر سے ان میں سب سے اہم دورِ تربیت کا زمانہ ہے بچہ جب عالمِ غیب سے دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس کا ذہن ایک ایسی تختی کی مانند ہوتا ہے جو ہر قسم کی تحریر لکھے جانے پر آمادہ ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں جو بات بھی اسے سکھائی جائے وہ نقش کالحجر ہو جاتی ہے۔ ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اچھی تربیت دے، اسے بھلے بُرے کی تمیز سکھائے۔ ظاہر ہے کہ ایسی ماں جسے معاشی اور سیاسی سرگرمیوں سے فرصت نہ ملتی ہو، اپنی اولاد کی درست تربیت نہیں کر سکتی۔

اسلام نے معاشرتی اور عائلی زندگی میں ماں کو مرکزی مقام دیا ہے۔ ماں اپنے بچوں کی تربیت کے ذریعے سارے معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ اگر پردے میں رہے تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اسے عضوِ معطّل بنا دیا گیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہونے کے باوجود سارے کارگاہِ عالم کو چلا رہا ہے۔ اسی طرح عورت بھی چار دیواری میں محدود اور مستور ہونے کے باوجود اپنے فرائض انجام دے سکتی ہے اور ملک و ملّت کی تعمیرِ ترقی میں اپنا حصہ ادا کر سکتی ہے۔

جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز   کہ او با صد تجلّی در حجاب است

درحقیقت عورت کا اصل رُوپ اور اس کی اصل معراج اُس کا ماں ہونا ہے۔ عورت کا فرض فیکٹریوں میں اشیاء کی پیداوار نہیں ہے بلکہ انسانیت سازی ہے۔ وہ نوعِ انسانی کی تکثیر اور اس کی حفاظت و تربیت کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اسی میں اس کی عظمت ہے۔ رابعہ بصریؒ سے کسی نے طنزاً کہا کہ عورتیں نبی نہیں بنتیں۔ آپؒ نے جواب دیا "صحیح ہے۔ ہم نبی نہیں بنتیں نبی جنا کرتی ہیں ——"

یہ امر ناقابلِ تردید ہے کہ اقوام کا عروج ان کی ماؤں کے فیض کا نتیجہ ہوتا ہے اور درحقیقت مائیں ہی کسی قوم کی تقدیر کا فیصلہ کرتی ہیں ؎

خنک آں ملتے کز وارداتش
قیامت ہا بہ بیند کائناتش!

چہ پیش آید چہ پیش افتاد او را
تواں دید از جبین امہاتش

یاد رکھنا چاہیئے کہ عورت کا جسمانی نظام، ساخت، ذہنی صلاحیتیں اور جذبات و احساسات سب اس لئے ہیں کہ وہ ماں بنے۔ لہٰذا ہر وہ کام جو فریضۂ امومت کی راہ میں رکاوٹ ہو عورت پر ظلم کے مترادف ہے۔

پردہ

اسلامی معاشرے میں عورتوں اور مردوں کو آزادانہ میل جول کی اجازت نہیں۔ عورت کو گھر تک محدود رہنے کا حکم ہے۔ ضرورتاً باہر نکلے تو چادر میں مستور ہونا لازمی ہے۔ ان احکام کو بعض کم فہم لوگ دقیانوسیت، رجعت پرستی اور انتہاپسندی بتاتے ہیں لیکن ہمیں اسلام کے کسی حکم کو اس کے پورے نظام سے الگ کر کے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ پردے کا لفظ جن احکامات پر بطور عنوان استعمال ہوتا ہے وہ خود دوسرے احکامات سے مربوط ہیں۔ ان سب احکام و ضوابط کا ایک خاص مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک پاکیزہ اور صالح معاشرہ قائم کیا جائے جہاں مرد اور عورت دونوں اپنے فطری فرائض کی طرف متوجہ رہیں اور اجتماعی ماحول میں صنفی ہیجانات نہ پھیل سکیں۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام نے جو ہدایات دی ہیں، ان ہی کا ایک جزو "پردہ" ہے ــــ پردے کی ضرورت اور اہمیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ بدکاری اور اس کے محرکات کے انسداد کے لئے اسلام نے جو نظام دیا ہے وہ مربوط شکل میں سامنے ہو۔

اسلامی نظامِ معاشرت میں بے حیائی کی روک تھام کے لئے جو نظام وضع کیا گیا ہے، اس کے تین حصے ہیں

۱۔ اصلاحِ باطن

۲۔ حدود و تعزیرات

۳۔ انسدادی تدابیر

(۱) **اصلاحِ باطن** اسلام نے لوگوں کی باطنی اور قلبی حالت کو پاکیزہ رکھنے کے لئے یہ احکامات دیئے ہیں:

(الف) بے حیائیوں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ کھلی ہوں یا پوشیدہ (انعام ۱۵۱)

(ب) کہہ دو، میرے رب نے تمام بے حیائیوں کو حرام قرار دے دیا ہے خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا خفیہ۔ (اعراف ۳۳)

(ب) حیاء سے صرف بھلائی پہنچتی ہے[1]
سب سے بُرا آدمی وہ ہے جس کی فحش گفتگو سے بچنے کے لئے لوگ اسے چھوڑ دیں ———![2]

(ج) شرم وحیا کی صفت مَردوں کے لئے بھی پسندیدہ ہے اور عورتوں کے لئے بھی۔
حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو مدین کے سفر میں دو دیہاتی لڑکیوں سے سابقہ پڑا تھا۔ ان لڑکیوں کی جو خوبی قرآن میں درج کی گئی وہ حیاء ہے۔ فرمایا " تو ان دو لڑکیوں میں سے ایک شرماتی ہوئی ان کے پاس آئی " (قصص۔۲۴)
جنّت کی عورتوں کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ شرمیلی نگاہوں والی ہونگی[3]
حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق صحابہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے[4]

(د) زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ بے حیائی ہے اور بہت بُرا راستہ ہے (بنی اسرائیل۔۳۲)
کوئی بندہ اس حال میں زنا نہیں کرتا کہ وہ مومن بھی ہو۔ (حدیث[5])

(ک) اسلام نے عصمت وعفّت کو خاص اہمیت دی ہے۔ پاکبازی اللہ کے پیغمبروں کی صفت ہے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے جس ضبطِ نفس اور پاکبازی کا مظاہرہ کیا، اس کی گواہی خود عزیزِ مصر کی بیوی نے دی " اور میں نے اس کو چاہا تو وہ بچا رہا" (یوسف۔۳۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس لئے ہوا " تاکہ ہم اس سے بدی اور بےحیائی کو دور کر دیں۔ درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا (یوسف۔۲۴)

(۲) **حدود وتعزیرات** اسلام نے زنا اور قذف کے لئے باقاعدہ سزائیں مقرر کی ہیں۔ فرمایا:

" تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو" (نساء۔۱۵)

جرم ثابت ہونے پر زانی مرد اور زانی عورت، ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو (نور۔۲)

---

[1] بخاری [2] بخاری [3] الرحمٰن [4] بخاری
[5] بروایت حضرت ابنِ عباسؓ

یہ سزا غیر شادی شدہ زانی کے لئے ہے۔ اگر ان میں سے کوئی شادی شدہ ہو تو اس کے لئے سنگساری کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ یہ سزائیں یقیناً سخت ہیں۔ مگر اسلام چند افراد کو سخت سزا دیکر لاکھوں کو بے شمار تمدنی، اخلاقی اور عمرانی مضرتوں سے بچانا چاہتا ہے۔

قذف (زنا کی جھوٹی تہمت لگانا) کے مجرم کے لئے دو سزائیں ہیں:

(۱) اسّی کوڑے مارے جائیں۔

(۲) آئندہ ان کی گواہی قبول نہ کی جائے۔[۱]

اگر شوہر اپنی بیوی پر الزام لگائے یا اس کے بچے کو اپنا تسلیم کرنے سے انکار کردے تو اس کے "لعان" کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ یعنی شوہر اور بیوی عدالت کے سامنے پیش ہوں۔ قاضی پہلے دونوں کو موقع دے گا کہ اپنے قصور کا اعتراف کرلیں۔ جب دونوں اپنی سچائی پر اصرار کریں تو لعان کرا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے:

> "اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کا الزام لگائیں اور اپنے سوا اس کا کوئی گواہ نہ ہو تو ایسے شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار قسم کھا کر کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور عورت سے سزا اس طرح ٹل جائے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور پانچویں بار قسم کھا کر کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو۔" (نور - ۶ تا ۹)

لعان کے بعد قاضی دونوں میں تفریق کرا دے گا اور پھر ان دونوں کا باہم نکاح نہ ہو سکے گا۔ بچہ، ماں سے منسوب ہوگا، باپ سے نہیں۔ لہٰذا لعان کے بعد کسی کو حق نہیں ہوگا کہ وہ عورت کو زانی کہے، اگر اس نے کہا تو قذف کی سزا بھگتنی ہوگی۔

(۳) **انسدادی تدابیر** | یہ تدابیر کئی طرح کی ہیں اور انہیں چند بڑے خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:-

(۱) نکاح

(۲) گھر سے باہر کا پردہ

(۳) گھر کے اندر کا پردہ

---

[۱] سورۃ النور - ۴

(۲) مردوں کے لئے کچھ احکامات

(۱) نکاح | اس سلسلے میں اسلام نے دو اہم کام کئے ہیں :
ایک یہ کہ نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے اور دوسرے یہ کہ نکاح کو سماجی اور معاشی لحاظ سے آسان بنایا ہے:

- اسلام کی رو سے انسانی تمدّن کی بنیاد ایک مرد اور ایک عورت کی باہمی رفاقت سے وجود میں آتی ہے۔ اسلام نے انسان کے جنسی داعیہ کو نہ تو بالکل آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ جہاں چاہے اور جس طرح چاہے اپنا کام کرے، اور نہ اسے دبانے اور ختم کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ بعض مذاہب کی تعلیم ہے ۔ بلکہ اس نے قوانینِ فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے اس داعیہ کے لئے حدود مقرر کئے ہیں تاکہ وہ اپنے دائرے کے اندر آزاد رہے۔ نہ تو اسے کچل دیا جائے اور نہ بے لگام کردیا جائے ۔ ارشادِ ربّانی ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں، تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبّت پیدا کردی

(روم۔ ۲۱)

اسلام نے اسے گوارا نہیں کیا ہے کہ معاشرے میں کوئی ایک مرد اور عورت صنفی خواہش رکھتے ہوئے بھی مجرّد رہ جائے ۔حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے:

"اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح غضِّ بصر اور شرمگاہ کی حفاظت کا باعث ہے[۱]

نیز آپؐ نے فرمایا:

"جب ایسا رشتہ آجائے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کردو ورنہ زمین میں بڑا فتنہ اور فساد برپا ہوگا[۲]

ایک اور روایت میں ہے کہ تین چیزوں کو مؤخر نہیں کرنا چاہیئے ۔ ان میں سے ایک مجرّد عورت کا نکاح ہے جب کہ اس کی برابری کا رشتہ مل جائے[۳]

مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ رزق کی تنگی یا ذمّہ داریوں سے بچنے کے لئے نکاح نہ

---

[۱] بخاری [۲] ترمذی [۳] ترمذی

کرے۔ بلکہ اسے کوشش کرنا چاہیئے اور خدا سے فضل و اعانت کا امیدوار ہونا چاہیئے:
اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

"تم میں سے جو لوگ مجرّد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کا نکاح کر دو۔ اگر وہ مفلس ہوں تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

(نور - ۳۲)

نکاح کے فرض کو یہاں تک ضروری قرار دیا ہے کہ اگر کوئی غریب مسلمان کسی خاندانی شریف خاتون کا خرچ نہ اٹھا سکتا ہو تو مسلمان باندی ہی سے نکاح کر لے[1] ان تمام افراد کو جن کے نکاح طلاق یا خلع یا تفریق کی وجہ سے فسخ ہو گئے ہوں، دوسرا نکاح کرنے کی غیر مشروط اجازت ہے۔ بیوہ عورتوں پر بھی نکاحِ ثانی کے لئے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔

تعدّد ازدواج: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ:

(۱) جنگوں وغیرہ میں مردوں کی بڑی تعداد ختم ہو جاتی ہے اور معاشرے میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

(۲) کچھ لوگ ایک بیوی پر قناعت نہیں کر سکتے اور تھوڑے عرصے کے لئے بھی بیوی سے جدا رہنا ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ یہ افراد معاشرے میں صنفی انارکی پھیلانے لگتے ہیں۔

(۳) کبھی کبھی بیوی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتی یا کسی دائمی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں شوہر اسے جدا کر دے گا اور کوئی دوسرا اس سے نکاح کرنے پر آمادہ نہ ہو گا۔

اوپر کی تینوں صورتوں کا حل اسلام میں یہ دیا گیا ہے کہ مرد ایک وقت میں چار نکاح کر سکتا ہے[2] اس اجازت سے یہ تینوں مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

(۱) اگر عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں بڑھ جائے اور ہر عورت کے لئے الگ مرد سے شادی کرنا ممکن نہ رہے تو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت عورتوں کی مشکل آسان کر دیتی ہے۔ اس طرح ہر عورت کو شوہر کا سہارا مل جاتا ہے۔

---

[1] نسآء۔ ۲۵ [2] نسآء۔۱۲۹

(۲) جو شخص ایک بیوی پر قناعت نہیں کر سکتا، بجائے اس کے کہ وہ دائرۂ نکاح کے باہر آوارگی کرتا پھرے، اسے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

(۳) اگر بیوی اولاد پیدا نہیں کر سکتی یا دائمی مریضہ ہے تو اسے طلاق دے کر بے سہارا نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اسے رکھتے ہوئے دوسرا نکاح کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

تعدد ازدواج کی صورت میں شرط صرف ایک ہے اور وہ ہے عدل ــــ اللہ تعالیٰ چار نکاحوں کی اجازت دے کر فرماتا ہے:

"لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرلو" (نساء ۳)

عدل کا مطلب ہے، نفقہ اور معاشرت اور تعلقاتِ زن و شو میں برابری ـــ جذباتی اور قلبی میلان میں عدل نہ تو ممکن ہے اور نہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ جو شے مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ

"ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو لٹکتا چھوڑ دو۔" (نساء ۱۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاشرتی لحاظ سے اپنی ازواج میں انصاف فرماتے تھے لیکن کہتے تھے:

"خدایا یہ میری تقسیم ہے۔ جہاں تک میرے بس میں ہے اور جو تیرے بس میں ہے اور میرے بس میں نہیں ہے اس پر گرفت نہ فرمائیے۔" (یعنی اگر ایک بیوی سے میری قلبی رغبت زیادہ ہو تو یہ میرے بس میں نہیں ہے، اس پر میری گرفت نہ فرما۔)[۱]

اوپر کے مباحث سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نے مرد اور ہر عورت کے نکاح کا انتظام کر دیا ہے۔ یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ اسلام میں نکاح کوئی مشکل اور پیچیدہ رسم نہیں ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ شارع نے نکاح کو آسان بنایا ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور قابلِ توجہ ہیں۔

(۱) چند بہت ہی قریبی رشتوں کو چھوڑ کر باقی تمام افراد سے نکاح جائز ہے۔ اس کے لئے ذات پات کے جھگڑوں میں پڑنا بھی غلط قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

---

[۱] اصحاب السنن

"نکاح میں لوگ عورت کے حسب و نسب کو، اس کے حُسن کو اور اس کی دولت کو دیکھتے ہیں۔ مگر تم مسلمانوں کو صرف اس کا دین اور اخلاق دیکھنا چاہیئے"[1]
زیادہ سے زیادہ جس بات کا لحاظ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی معاشرتی حیثیت میں برابر ہوں۔ اس سے ان کے درمیان موافقت کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

(۲) مہر اور جہیز میں بھی اعتدال کا حکم دیا گیا ہے۔ اتنا بڑا مہر مقرر کرنا حرام ہے۔ جسے شوہر ادا نہ کر سکتا ہو اور جیسا جہیز آج کل دیا اور لیا جاتا ہے، عہد رسالت میں اس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"سب سے اچھا نکاح وہ ہے جو مشقت میں آسان ہو"[1]
نیز آپؐ کا ارشاد ہے کہ:
"سب سے زیادہ برکت ایسی عورتوں میں ہوتی ہے جن کے نکاح میں زیادہ خرچ نہ کرنا پڑے"[2]
اسلام نے شادی کے اخراجات کا تمام تر بار مرد پر ڈالا ہے۔ لڑکی والے اس سے بری ہیں۔ ان پر نہ جہیز دینا واجب ہے نہ کھانا کھلانا۔ ولیمہ کی دعوت البتہ مسنون ہے مگر وہ شوہر کے ذمے ہے۔ حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ نکاح کرنے والے نے جب کہا کہ وہ ولیمہ کے لئے کچھ پیش نہیں کر سکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حاضرین اپنے اپنے گھروں سے کھانا لائیں اور سب مل کر کھا لیں، ولیمہ ہو جائے گا" اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے دین نے نکاح کو کتنا آسان بنایا ہے اور ہم نے اسے کس قدر مشکل بنا ڈالا ہے۔

(۳) اسلام میں نکاح کے لئے نہ لمبی چوڑی رسومات کی کوئی ضرورت ہے اور نہ مذہبی پیشوا یا حاکم کی۔ دو گواہوں کے سامنے مرد اور عورت اپنی رضامندی کا اظہار کر کے خود ہی اس مقدس فریضے کو انجام دے سکتے ہیں۔

(۴) **گھر سے باہر کا پردہ** | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی طرح سج دھج نہ دکھاتی پھرو" (احزاب - ۳۳)

---

[1] بیہقی [2] مسند احمد

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے زیادہ پسندیدہ طرزِ عمل یہی ہے کہ وہ گھر میں سکون اور وقار کے ساتھ رہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "ساری فضیلت تو مرد لوٹ کر لے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے؟" جواب دیا "جو تم میں سے اپنے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی۔"

اسلام میں جمعہ اور جماعت کی اہمیت کوئی مخفی امر نہیں مگر حضورؐ نے عورتوں کو جمعہ کی نماز سے مستثنیٰ فرمایا ہے:

"جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے مگر چار اشخاص مستثنیٰ ہیں: غلام — عورت — بچہ اور مریض[1]"

باجماعت نماز میں عورتوں کو شرکت کی اجازت ہے۔ حضورؐ کے زمانے میں مسجد میں عورتوں کے داخلے کے لئے الگ دروازہ تھا اور علیحدہ صفیں بنتی تھیں مگر یہ تصریح بھی کر دی گئی ہے کہ عورتوں کے لئے ان کے گھر کی نماز مسجد کی نماز سے افضل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی عورتوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو اگرچہ ان کے لئے ان کے گھر زیادہ بہتر ہیں[2]"

نیز فرمایا:

"عورتوں کے لئے بہترین مسجد ان کے گھر کے اندرونی حصے ہیں[3]"

حضرت عائشہؓ بنی امیہ کے دور کے حالات دیکھ کر فرماتی ہیں:

"اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے یہ رنگ ڈھنگ دیکھتے جواب ہیں تو ان کا مسجدوں میں آنا اسی طرح بند فرما دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کا آنا بند کیا گیا تھا[4]"

اگرچہ عورت کا دائرۂ عمل اس کا گھر ہے، تاہم اس کا گھر سے باہر نکلنا بالکل ہی ممنوع نہیں کیا گیا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

"اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی[5] ہے"

عورتوں کے لئے حکم یہ ہے کہ جب وہ باہر نکلیں تو "اپنی سج دھج نہ دکھاتی پھریں" —

---

[1] ابوداؤد — [2] مسند احمد، ابوداؤد

[3] احمد، طبرانی — [4] بخاری — [5] بخاری

(الاحزاب۔۳۳)۔ اصل میں لفظ "تبرّج" آیا ہے۔ جس کا مطلب ہے نمایاں ہونا' ابھر کر اور کھل کر سامنے آنا' ظاہر ہونا۔ عورت کے لئے تبرّج کا مطلب ہے اپنے حسن کی نمائش کرنا' لباس اور زیور کی خوبصورتی کا اظہار کرنا اور چال ڈھال سے اپنے آپ کو نمایاں کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب باہر نکلیں تو اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے نمایاں کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ احتیاط کے ساتھ چادر میں مستور ہو کر نکلیں۔ ارشادِ ربّانی ہے :

"اے نبیؐ ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔ (الاحزاب۔ ۵۹)

اصل میں "جلباب" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو پورے جسم کو چھپالے۔ مراد یہ ہے کہ چادر اچھی طرح لپیٹ کر اس کا ایک حصّہ اپنے اوپر لٹکا لیا کرو تاکہ جسم اور لباس کی خوبصورتی کے علاوہ چہرہ بھی چھپ جائے۔ البتہ آنکھیں کھلی رہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں اس حکم پر کس طرح عمل کیا گیا' یہ جاننے کے لئے مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ ہوں :

کسی جنگ میں ایک خاتون امّ خلادؓ کے لڑکے شہید ہو گئے۔ وہ ان کے متعلق معلوم کرنے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ لیکن اس دہلا دینے والے حادثے کے باوجود ان کے چہرے پر نقاب پڑا ہوا تھا۔ ایک صحابیؓ نے حیرت سے پوچھا "بی بی ! اس وقت بھی تمہارے چہرے پر نقاب ہے؟" خاتون نے اطمینان سے جواب دیا "ہاں۔ میں نے بیٹا کھویا ہے، حیا نہیں کھوئی۔"[1]

حضرت عائشہؓ واقعۂ افک کی روایت میں فرماتی ہیں:

"......جنگل سے واپسی پر میں نے دیکھا کہ قافلہ جا چکا ہے تو وہیں بیٹھ گئی اور ایسی نیند آئی کہ وہیں پڑ کر سو گئی۔ صبح کو صفوان ابن معطل ادھر سے گزرے تو دور سے کسی کو پڑے دیکھ کر وہاں آگئے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ حجاب کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا تو ان کی آواز سے یکایک میری

---

[1] ابوداؤد

آنکھ کھل گئی اور میں نے چادر سے اپنا منہ چھپا لیا۔"

عورتوں کو باہر نکلنے کی صورت میں ہدایت ہے کہ ایسی خوشبو نہ لگائیں جو لوگوں کو متوجہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔"[1]

نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"مردوں کے لئے وہ عطر مناسب ہے جس کی خوشبو نمایاں اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کے لئے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ نمایاں اور خوشبو مخفی ہو۔"[2]

حکم ہے کہ عورتیں چست یا باریک لباس پہن کر مردوں کے سامنے نہ آئیں۔ حدیث میں ہے کہ:

"اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی ننگی رہیں۔"[3]

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ

"اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔"[4]

حفصہ بنت عبدالرحمٰنؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ ایک باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس کو پھاڑ دیا اور ایک موٹی اوڑھنی ان پر ڈالی۔[5]

حکم ہے کہ اس طرح نہ چلیں کہ زیوروں کی جھنکار پیدا ہو:

"وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے (نور - ۳۱)

(۳) **گھر کے اندر کا پردہ** — اسلام نے گھر کے اندر رہنے کے لئے بھی بعض ضابطے مقرر کئے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے نبیؐ! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (نور - ۲۷)

نگاہیں بچانے کا مفہوم یہ ہے کہ عورتیں نامحرم[6] مردوں کو بلاوجہ اور بلا ضرورت نہ دیکھیں۔

---

[1] مؤطا امام مالک، صحیح مسلم [2] ترمذی، ابوداؤد [3]

[4] المبسوط [5] مؤطا امام مالک [6] وہ مرد جن سے شادی جائز ہے

ورنہ اگر فتنے کا امکان نہ ہو تو عورتیں، مردوں کو دیکھ سکتی ہیں۔

روایت ہے کہ ۷ھ میں حبشیوں کا وفد مدینے آیا اور اس نے مسجد نبویؐ کے پاس تماشہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت عائشہؓ کو یہ تماشہ دکھایا[۱]

شرمگاہوں کی حفاظت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کریں اور دوسرے یہ کہ وہ اپنا ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں۔ شوہر کے سوا باقی تمام مردوں کے لئے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی جسم عورت کا ستر ہے۔ ناف سے گھٹنے تک کا حصّۂ جسم عورت، عورت کے سامنے بھی ظاہر نہیں کر سکتی۔

"اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔" (نور - ۳۱)

یعنی عورتیں گھر میں رہتے ہوئے بھی غیر مردوں کے سامنے اپنے بناؤ سنگھار اور حسن اور زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ زینت سے مراد جسم کے وہ حصّے بھی ہیں جن میں مختلف آرائشیں کی جاتی ہیں اور وہ چیزیں بھی مراد ہیں جن سے بناؤ سنگھار کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ گھر میں جو نامحرم مرد ہوں یا باہر سے آئیں ان کے سامنے عورت اپنی خوبصورتی کا اظہار نہ کرے۔ ہاں اگر کبھی اتفاق سے بلا ارادہ کوئی زینت ظاہر ہو جائے مثلاً چادر سر سے ڈھلک جائے یا ہاتھ پاؤں کی کسی زینت کا اظہار ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہے۔

"اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔" (نور - ۳۱)

یعنی چادر سے اپنا گریبان چھپائے رکھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور اس کے۔" (یہ فرما کر آپؐ نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپؐ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ رہ گئی)[۲]

گھر میں رہتے ہوئے، محرم رشتہ داروں کے سامنے عورت کا پردہ یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی جسم چادر میں چھپا ہوا ہو۔ البتہ کام کاج کے دوران اگر پنڈلیاں یا بازو ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو اجازت ہے۔

"وہ اپنے بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے :-

---

[۱] صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد [۲] ابن جریر

(۱) شوہر (۲) باپ (۳) خسر (۴) بیٹے (۵) شوہر کے بیٹے جو اس کی دوسری بیوی سے ہوں (۶) بھائی (۷) بھتیجے (۸) بھانجے (۹) اپنے میل جول کی عورتیں (۱۰) اپنے مملوک (۱۱) وہ زیردست مرد جو عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے (۱۲) وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے ہوں۔" (نور۔۳۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت ان رشتہ داروں کے سامنے اظہارِ زینت کر سکتی ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ مقصد یہ ہے کہ گھر میں رہنے اور کام کاج کرنے میں کوئی تنگی اور دشواری نہ ہو۔ اس آیت میں ماموں اور چچا کا ذکر نہیں کیونکہ وہ باپ کی جگہ ہیں۔ رضاعی رشتہ دار بھی محرموں میں شامل ہیں۔ لہٰذا ان کے سامنے زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔ عورتوں کے سلسلے میں تصریح ہے کہ وہ "اپنی عورتیں ہوں۔ یعنی جانی پہچانی، باحیا اور نیک اطوار ہوں۔ ورنہ آوارہ اور بداطوار عورتوں سے مسلم خواتین کو پردہ ہی کرنا چاہیئے۔ رہیں وہ عورتیں جن کے اخلاق و تہذیب کا علم نہ ہو، تو ان سے ویسا ہی پردہ ہونا چاہیئے جیسا نامحرم رشتہ دار سے ہوتا ہے۔ یعنی ہاتھ اور چہرے کے علاوہ سارا جسم اور زینت چھپانا چاہیئے۔

لونڈی اور غلام کے سامنے اظہارِ زینت جائز ہے، نیز ان مردوں کے سامنے بھی جائز ہے جو تابع، زیردست اور ماتحت ہوں اور بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے صنفی خواہش نہ رکھتے ہوں۔ نیز دس بارہ سال تک کے لڑکوں کے سامنے عورت زینت کا اظہار کر سکتی ہے۔

سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔" (احزاب۔ ۳۲)

یعنی عورتوں کو اگر اجنبی مرد سے بات کرنا پڑے تو سیدھے سادے، کھرے اور کسی حد تک خشک لہجے میں گفتگو کی جائے، آواز میں کوئی شیرینی یا لہجے میں کسی قسم کی لگاوٹ نہ ہو تاکہ سننے والا کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔

"جو بوڑھی عورتیں اب نکاح کی امیدوار نہیں وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنا مقصود نہ ہو۔ تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے۔" (نور۔ ۶۰)

یعنی جو عورتیں جوانی کی حد سے نکل کر بڑھاپے کی منزل تک پہنچ گئی ہوں اور جن میں بن ٹھن کر رہنے کا شوق ختم ہو گیا ہو وہ اگر چادر اتار کر ننگے سر رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) مَردوں کے لئے کچھ احکامات

پردے کے احکام صرف عورتوں تک محدود نہیں بلکہ ایک صالح معاشرے کے قیام کے لئے مردوں کو بھی کچھ احکامات دیئے گئے ہیں:

(۱) **استیذان**: ہدایت کی گئی ہے کہ اچانک اور بلا اطلاع کسی کے گھر میں داخل نہ ہو جایا کرو۔ اسلام سے پہلے اہلِ عرب میں رواج تھا کہ وہ صبح بخیر یا شام بخیر کہتے ہوئے بے تکلف دوسروں کے مکان میں گھس جاتے تھے اور بسا اوقات اہلِ خانہ اور خواتین کو ایسی حالت میں دیکھ لیتے جس میں دیکھنا خلافِ تہذیب ہے۔ اس لئے خدا نے حکم دیا ہے کہ لوگوں کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک یہ معلوم نہ کر لو کہ تمہارا آنا صاحبِ خانہ کے لئے ناگوار تو نہیں ہے اور آنے سے پہلے سلام کر کے اجازت لے لیا کرو[۱]۔ اجازت لینے کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ مناسب وقفوں سے پکارا جائے۔ اگر جواب نہ ملے یا کہا جائے کہ چلے جاؤ تو دروازے پر جم جانا درست نہیں ہے بلکہ بُرا مانے بغیر لوٹ جانا چاہیئے اپنی ماں بہنوں حتیٰ کہ بیوی کے پاس بھی بلا اطلاع نہیں پہنچ جانا چاہیئے۔ بلکہ اجازت لیکر اور اطلاع دے کر آنا چاہیئے۔

حکم ہے کہ جن وقتوں میں لوگ عموماً کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہیں ان اوقات میں ملازم اور بچّے وغیرہ بلا اجازت کمروں میں داخل نہ ہو جایا کریں۔ ان وقتوں کے سوا دوسرے وقتوں میں اگر وہ بغیر اجازت آجایا کریں تو کوئی حرج نہیں ہے[۲]

(۲) **غضِّ بصر**: مَردوں کو حکم ہے کہ وہ نامحرم خواتین کو نہ گھوریں، دوسرے لوگوں کے سَتر پر نگاہ نہ ڈالیں اور نہ فحش مناظر پر نظر جمائیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"اے نبیؐ! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔" (نور۔)

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

---

[۱] سورۃ نور۔ ۲۷ [۲] سورۂ نور، ۵۸، ۵۹

"جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حُسن پر پڑے اور وہ نگاہ ہٹالے تو اللہ اس کی عبادت میں لُطف اور لذت پیدا کر دیتا ہے"[1]

نیز آپؐ نے فرمایا:

"اے علیؓ! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا۔ پہلی نگاہ تو معاف ہے مگر دوسری نہیں"[2]

کسی اجنبی عورت کو دیکھنے کی بعض صورتوں میں اجازت ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اسے اجازت ہے کہ چوری چھپے اس پر ایک نظر ڈال لے اس کے علاوہ عدالتی کارروائی یا گواہی کے لئے قاضی کا کسی عورت کو دیکھنا، تفتیش جرم کے لئے پولیس کا کسی عورت کو، یا علاج کے لئے طبیب کا مریضہ کو دیکھنا بھی جائز ہے۔

مردوں کو حکم ہے کہ وہ کسی دوسرے مرد کے سَتر پر نگاہ نہ ڈالیں یعنی کسی کی ناف سے گھٹنے تک کا حصہ دیکھنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"کوئی مرد کسی مرد کے سَتر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے سَتر کو نہ دیکھے"[3]

(۳) تخلیہ اور لَمس کی ممانعت: اسلام نے حکم دیا ہے کہ کوئی مرد کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے جو نہ بیوی ہو اور نہ ان رشتہ داروں میں سے ہو جن سے نکاح ابدی طور پر حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ہو جہاں کوئی محرم موجود نہ ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں ان دو کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے"[4]

نیز آپؐ کا ارشاد ہے:

"عورتوں کے پاس خلوت میں رہنے سے بچو۔"

ایک انصاری نے پوچھا "اے اللہ کے رسولؐ، دیور اور جیٹھ کے بارے میں کیا خیال ہے؟" فرمایا:

---

[1] مسند احمد — [2] مسند احمد، ترمذی

[3] احمد، مسلم، ابوداؤد — [4] مسند احمد

"وہ تو موت ہے"[1] (یعنی اس سے محتاط رہنے کی ضرورت ہے)

اسلام نے اسے بھی پسند نہیں کیا ہے کہ مرد، نامحرم خواتین کو چھوئیں یا اُن سے مصافحہ کریں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

"یہ تو گوارا کیا جا سکتا ہے کہ آدمی کے سر میں لوہے کی کیل ٹھونک دی جائے لیکن یہ گوارا نہیں کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہ ہو۔"[2]

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تو مصافحہ نہیں کرتے تھے، صرف زبانی اقرار کرواتے تھے[3] یہ ہدایت نامحرم خواتین کے لئے۔ باپ بیٹی کو، بھائی بہن کو یا شوہر بیوی کو چھو سکتا ہے۔ بوڑھی عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جائز ہے اور ان سے مصافحہ کرنا بھی منع نہیں۔

(۴) مسلمان مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اگر انہیں اجنبی عورتوں سے کوئی کام ہو تو زیرِ پردہ ہو کر بات نہ کریں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

"نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے (احزاب - ۵۳)

متفرق احکام

انسدادی تدابیر کے ضمن میں اسلام نے چند متفرق احکام بھی دیئے ہیں۔ مثلاً

(۱) شراب حرام کی گئی

(۲) عورتوں کا مردوں کے سامنے گانا یا رقص کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ مردوں کے لئے اجنبی عورت کی آواز سننا بھی ناپسندیدہ ہے۔ لہٰذا عورت کو اذان دینے سے منع کیا گیا۔

(۳) شعراء پہ پابندی لگائی گئی کہ وہ کسی عورت کے حسن کی خوبیاں نظم میں بیان نہ کریں۔

(۴) معاشرے میں بےحیائی پھیلنے کے باقی تمام ذرائع یہ کہہ کر بند کئے گئے کہ

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہلِ ایمان کے گروہ میں فحاشی پھیلے، ان کے لئے دنیا و آخرت

---

[1] مسند احمد بخاری، مسلم [2] بخاری، مسلم [3] ترمذی، نسائی، ابن ماجہ

میں دردناک عذاب ہے۔ (نور - ۱۹)

چند شبہات کا ازالہ

ستر اور حجاب کے احکامات کے ضمن میں بعض شبہات پیدا ہوگئے ہیں یا پیدا کئے گئے ہیں، نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں ان کا ازالہ کردیا جائے۔

(۱) پردہ عورت کی ترقی میں رکاوٹ ہے: یہ شبہ سراسر غلط ہے۔ پردہ عورت کی ترقی میں رکاوٹ نہیں بلکہ اس کے لئے معاون ثابت ہوتا ہے۔ درحقیقت عورت کی ترقی وہی ہے جو وہ عورت کی حیثیت سے کرے۔ مرد بننا نہ تو عورت کا فرض ہے، نہ حق، نہ مردانہ زندگی میں اس کا حصہ لینا معاشرے کے لئے فائدہ مند ہے اور نہ وہ اس زندگی میں کامیاب ہوسکتی ہے۔ پس عورت کی اصل اٹھان اور ترقی یہ ہے کہ وہ بہترین بیٹی، بہترین بیوی اور بہترین ماں بنے یہ نہیں کہ وہ سائنس دان یا سیاست دان یا ماہرِ معیشت بن جائے۔ اور اسے اچھی بیٹی بیوی اور ماں بنانے کے لئے پردہ یقیناً ممد و معاون ہے۔

(۲) پردہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے: یہ شبہ بھی قطعی غلط ہے۔ پردہ ملک کی ترقی میں نہیں، ملک کی بربادی میں رکاوٹ ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ملک کی ترقی کے لئے عورت اور مرد دونوں کا معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینا ضروری ہے وہ غلطی پر ہیں۔ فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ مرد کمائے اور بیوی گھر کے نظام کو کفایت اور بچت کے ساتھ چلائے اور شوہر کو گھر اور بچوں کی طرف سے مطمئن رکھے تاکہ وہ سکون سے اپنے فرائض ادا کرسکے۔ اگر کسی وجہ سے عورتوں کا بھی اقتصادی پیداوار میں حصہ لینا ضروری ہو تو اسلامی حکومت ان کے لئے گھر پر صنعت و حرفت اور سلائی وغیرہ کا انتظام کرسکتی ہے۔ بہرحال ملک کی ترقی کے لئے عورتوں کا بے پردہ ہونا بالکل بے بنیاد دلیل ہے۔ وہ پردے میں رہتے ہوئے بھی مادی ترقی میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔

(۳) عورت پردے کی وجہ سے جاہل رہ جاتی ہے: یہ ایک بالکل بے اصل دعویٰ ہے اسلام نے تعلیم نسواں کی کہیں حوصلہ شکنی نہیں کی۔ عورتوں کو دینی اور دنیوی علوم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ ان کی تعلیم کو اسی قدر ضروری سمجھا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے ایک دن مخصوص فرما دیا تھا۔ جب آپؐ باقاعدہ معلم

خواتین کو جمع کر کے وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ آپؐ کی ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہؓ اپنی فقہی بصیرت کی وجہ سے نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں کی بھی معلّمہ بنیں تعلیمِ نسواں کے سلسلے میں اسلام کی دو شرائط ہیں:-

۱۔ عورتوں کو وہی تعلیم و تربیت دی جائے جو انہیں ان کے اصل دائرے یعنی گھر میں مفید بنائے۔

۲۔ حصولِ تعلیم کے دوران وہ شریعت کی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ مثلاً مخلوط تعلیم کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی۔

(۴) عہدِ رسالت میں عورتیں جنگوں میں حصہ لیتی تھیں: یہ صحیح ہے کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احزاب میں صحابیاتؓ نے بھی شرکت کی۔ بعض نے زخمیوں کو پانی پلایا، ان کی مرہم پٹی کی اور تیر اٹھا اٹھا کر مجاہدین کو دیئے۔ کچھ خواتین نے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا اور شہید ہوئیں۔ لیکن یہ دونوں غزوات پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان میں عورتوں کی شرکت سے "مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے" پر دلیل نہیں لائی جا سکتی۔ ستر اور حجاب کے احکامات نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے عورتوں کی غزوات میں شرکت کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا "یا رسولؐ اللہ! ہم جہاد کو سب سے افضل نیکی سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں، بلکہ تمہارے لئے سب سے افضل نیکی حجِ مبرور ہے[۱]" ایک دوسری روایت میں ہے کہ "تمہارا حج جہاد ہے[۲]"

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر و حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد بھی خواتینِ اسلام نے جنگوں میں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی خدمت انجام دی[۳]

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا جنگ میں حصہ لینا، مجاہدین کے لئے کھانا پکانا اور زخمیوں کی تیمارداری کرنا بالکل منع نہیں ہے بلکہ ضرورت کے تحت خواتین یہ کام کر سکتی ہیں اور اس کے لئے کسی حد تک پردے میں تخفیف بھی جائز ہے۔ لیکن جب ہنگامی حالات ختم ہو جائیں تو

۱۔ مسند احمد ۲۔ بخاری ۳۔ بخاری

حجاب کو پھر انہی حدود پر قائم ہو جانا چاہیئے جو مقرر کئے گئے ہیں۔

(۵) حضرت عائشہؓ کا عملی سیاست میں حصہ لینا: یہ درست ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے خون کے بدلے کا مطالبہ کیا اور اس کے نتیجے میں حضرت علیؓ سے وہ جنگ ہوئی جسے جنگ جمل کہتے ہیں۔ لیکن اس واقعے سے عورتوں کے سیاست میں حصہ لینے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ قطع نظر اس کے کہ کونسا فریق حق پر تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو ایک غیر جانب دار شخص تھے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا گھر ان کے لئے ہودج سے بہتر تھا[1] حضرت علیؓ نے ام المؤمنینؓ کو جو خط لکھا اس میں معاملے کے صحیح یا غلط ہونے پر کوئی بحث نہیں کی بلکہ فرمایا:

"عورتوں کو جنگ اور مردوں کے معاملات میں پڑنے سے کیا تعلق؟"

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا:

"اب گلے شکوے کا وقت نہیں رہا"

معلوم ہوا کہ انہیں اپنی غلطی کا اعتراف تھا۔ اور وہ مانتی تھیں کہ انہیں میدان سیاست میں نہیں آنا چاہیئے تھا۔ مگر حالات قابو سے باہر ہو چکے تھے اور ان کے لئے اٹھائے ہوئے قدم کو واپس لینا ناممکن ہو چکا تھا۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو آخر وقت تک اپنی غلطی پر پچھتاوا رہا اور وہ توبہ و استغفار کرتی رہیں۔

(۶) مردوں کو نظریں بچانے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو جو نظریں بچانے کا حکم دیا ہے، اس سے بعض لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عورتوں کے لئے چہرہ چھپانے کا حکم نہیں ہے۔ یہ استدلال مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

۱۔ بعض اوقات ضرورتاً ایک مسلمان عورت کو چہرہ ظاہر کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ غیر مسلم عورتوں کے چہرے کھلے ہوں گے

۳۔ حج کے موقع پر نقاب پہننا منع ہے لہٰذا ایسی صورت میں مردوں کی نگاہ عورتوں پر پڑ سکتی ہے۔

۴۔ لوگ جب دوسروں کے گھروں میں جائیں گے تو وہاں بھی عورتوں پر نظر پڑ سکتی

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ

حرفِ آخر

جیسا کہ آپ نے دیکھا، دنیا کی کوئی تہذیب معاشرے میں عورت کے مقام کا ٹھیک ٹھیک تعین نہیں کر سکی۔ یہ کام صرف اسلام کا ہے کہ اس نے ایک مکمل نظامِ حیات دیا اور ہر فرد کو اس کی صلاحیتوں کے اعتبار سے فرائض سونپے۔ عورت کا جو مقام اور رتبہ اسلام نے مقرر کیا ہے وہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ خدا و رسولؐ کی اطاعت و پیروی کریں اور دنیا کی گمراہ قوموں کے نقشِ قدم پر نہ چلیں۔

"یہ مشرک تمہیں آگ کی طرف بلا رہے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے
تمہیں جنّت اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے" (بقرہ-۲۲۱)

آپ کا انتخاب کیا ہے ؟

Adarts CAR-2/86

قسط نمبر (۲)

اسلام میں عملی زندگی

ارشاداتِ رسول ﷺ کی روشنی میں

ملک اقبال واحد

خاموشی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہ " رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خاموشی اختیار کی، اُس نے نجات حاصل کرلی۔" (ترمذی)

متانت و وقار

حضرت سہیل بن ساعدی رضؓ سے روایت ہے، کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاموں کو متانت اور اطمینان سے انجام دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔" (ترمذی)

سنجیدگی

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بُردباری، سکون، اور سنجیدگی کو پسند کرتا ہے۔" (مُسلم)

شفقت و احترام

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے، کہ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے، بڑوں کی تعظیم نہ کرے، نیکی کا حکم نہ دے اور بُرائی سے منع نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (ترمذی)

صدقہ

حضرت ابوذر رضؓ سے روایت ہے، کہ " رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کی خوشی کی خاطر مُسکرا

دینا صدقہ ہے۔ کوئی نیک بات کہہ دینا بھی صدقہ ہے، کسی کو بُری بات سے روک دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی کو راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے۔ راستہ سے رکاوٹ کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔
(ترمذی)

سخاوت

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم دوسروں پر خرچ کرتے رہو میں تم پر خرچ کرتا رہوں گا۔" (بخاری)

طہارت

حضرت ابو مالک اشعری رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طہارت و پاکیزگی ایمان کا نصف ہے۔" (مسلم)

چھ ۶ باتیں

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھ باتوں کی ضمانت دو۔ میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ بات کرو تو سچ بولو۔ وعدہ کرو تو پورا کرو۔ جب کوئی امانت تمہارے سپرد ہو تو ٹھیک ٹھاک ادا کرو۔ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو۔ اپنے ہاتھوں کو کسی کو ستانے اور کسی کا مال حرام لینے سے روکو۔
(مسند احمد)

اخوت

حضرت نعمان بن بشیر رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مومنین کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرنے میں، محبت کرنے میں ایک دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایک جسم کے مانند پاؤ گے جس طرح ایک عضو کو تکلیف ہونے پر تمام بدن جاگ کر مدافعت کرتا ہے۔"
(متفق علیہ)

محبت

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جنت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ ایمان لاؤ اور تم ہرگز ایمان پر قائم نہیں رہ سکتے جب تک کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہ کرو۔" (مسلم)

مُنکرات

(ناپسندیدہ اخلاق)

شِرک

حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو بخش دے۔ مگر اُس شخص کے گناہ کو نہیں بخشا جائے گا جو حالتِ شرک میں مرے یا کسی مسلمان کو جان سے مار ڈالے۔" (ابو داؤد)

مُنافقت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بتائیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے۔ اور جب اُس کے سپرد کوئی امانت کی جائے تو خیانت کرے۔" (بخاری)

قتلِ مُسلم

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساری دنیا کی تباہی اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کے بالمقابل ہلکی ہے۔" (مشکوٰۃ)

سب و شتم

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُسے قتل کرنا کفر ہے۔" (بخاری)

زنا اور شراب

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے زنا کیا یا شراب پی۔ اللہ تعالیٰ اُس کا ایمان اس طرح سے نکال لیتا ہے جیسے انسان اپنی قمیص سر کی طرف سے اُتار لیتا ہے۔" (مستدرک حاکم)

مسکرات اور لہو و لعب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے، جوا کھیلنے اور نرد و شطرنج اور نقارہ و بربط سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔" (ابو داؤد)

خیانت نظر

حضرت جریر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ" اچانک پڑ جانے والی نگاہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: میں اپنی نگاہ پھیر لوں۔" (مسلم)

سُود

حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود دینے والے اور سود لینے والے اور سُود کے گواہوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں گناہ میں۔" (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سُود کے گناہ کے ستر حصے ہیں۔ جس کا ایک معمولی حصہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے جماع کرے۔"

ریاء

حضرت شداد بن اوس رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی اُس نے شرک کیا۔ جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا اُس نے شرک کیا۔ جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ وخیرات کیا اُس نے شرک کیا۔" (مسند احمد)

غیبت

حضرت ابوسعید رضؓ سے روایت ہے، کہ" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی زیادہ شدید اور سنگین ہے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ وہ کس طرح؟ فرمایا: آدمی زنا کرتا ہے تو صرف توبہ کرنے سے اُس کی مغفرت ہو سکتی ہے۔ مگر غیبت کرنے والے کو جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی اُس نے غیبت کی ہے، اُس کی مغفرت نہ ہوگی۔" (شعب الایمان)

غیبت کیا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ فرمایا تمہارا اپنے بھائی کی ایسی بات کرنا جو اُسے ناگوار ہو۔ کہا گیا اگر ہمارے بھائی میں واقعی وہ بات موجود ہو تو پھر؟ فرمایا اگر واقعی وہ بات اُس میں پائی جاتی ہے تو تم نے اُس کی غیبت کی۔ اور اگر نہیں پائی جاتی تو تم نے اُس پر بہتان لگایا۔" (مسلم)

بہتان

حضرت حذیفہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی پاکباز کو بہتان لگانے سے سو سال کے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔" (البزار)

چغل خوری | حضرت حذیفہ رضؓ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں "آپؐ فرماتے تھے چغل خور آدمی جنت میں نہ جا سکے گا۔"

غصّہ | حضرت بہز بن حکیم رضؓ روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: غصّہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے، جیسے ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے" (بخاری)

جھوٹ | حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا زبان کے ثمرات (جھوٹ اور غیبت وغیرہ) لوگوں کو منہ کے بل جہنّم میں گراتے ہیں" (ترمذی)

دورخاپن | حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، تم قیامت کے دن سب سے زیادہ بُرے حال میں اُس آدمی کو پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے پاس جاتا ہے تو اُس کا رُخ اور ہوتا ہے اور دوسروں کے پاس جاتا ہے تو اور ہوتا ہے۔" (بخاری)

درشت کلامی | حضرت حارثہ بن وہبؓ سے روایت ہے، کہ "رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا سخت کلام اور درشت مزاج آدمی جنّت میں نہ جا سکے گا" (ابوداؤد)

فحش گوئی بد کلامی | حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: مومن لعن طعن کرنے والا فحش گو اور بدکلام نہیں ہوتا" (ترمذی)

خیانت | حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ دھاگا اور سوئی تک ادا کرو اور خیانت سے بچو۔ اس لیے کہ خیانت قیامت کے دن رسوائی وندامت کا موجب ہوگی" (مشکوٰۃ)

رشوت | حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔" (مشکوٰۃ)

رشوت کے چور دروازے

حضرت ابوامامہ رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے کسی کی سفارش کی اور سفارش پر اُسے ہدیہ ملا اور اُس نے قبول کر لیا تو وہ بلاشبہ سُود کے دروازوں کے بڑے دروازے میں داخل ہو گیا" (مشکوٰۃ)

حسد

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسد سے بچو۔ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے" (ابوداؤد)

تکبّر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبّر ہو گا وہ جنّت میں داخل نہ ہو سکے گا۔" (مسلم)

ظُلم

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ ہے، جس کی زبان درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خوف و خطر نہ ہو" (ترمذی)

اعانت ظُلم

حضرت اوس بن شرجیل رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی ظالم کی مدد کے لیے اور اُس کا ساتھ دینے کے لیے چلا۔ درآں حالیکہ وہ جانتا تھا کہ یہ ظالم ہے، وہ اسلام سے خارج ہو گیا" (شعب الایمان)

جھُوٹی قسم

حضرت اشعث بن قیس رضؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال جھُوٹی قسم کھا کر مار لے گا وہ اللہ کے سامنے کوڑھی ہو کر پیش ہو گا" (ابوداؤد)

شماتت

حضرت وائلہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں "تم اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کو اُس مصیبت سے نجات دے دے اور تم کو مبتلا کر دے" (ترمذی)

(جاری ہے)

رفتارِ کار

تنظیمِ اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع کی رپورٹ

از ۲۵ تا ۳۰ مئی ۱۹۸۴ء

مرتبہ: محمد اکرم بھٹی

مسلمانان لاہور واقعتاً بڑے خوش قسمت ہیں کہ انہیں رب العزت نے اس بار بھی مملکت خداداد پاکستان اور بیرون پاکستان سے آنے والے ان خوش بخت حضرات کی میزبانی کا شرف بخشا جو کہ صریحاً قرآن کے طرزِ فکر پر مبنی اقامت دین کے لیے برپا کی گئی تحریک تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے لاہور آئے۔ مئی کے شدید گرم موسم میں ایک نظم کے تحت رفقاء تنظیم اسلامی کا اجتماع اور اس اجتماع کے پروگراموں سے صحیح طور پر استفادہ اور اقامت دین کے لیے تن من دھن نچھاور کرنے کا عزم مصمم حاصل کرنے کے لیے اس بار خیبر سے لے کر کراچی تک کے ہم مقصد عزم جواں کے حامل رفقاء کا یہ اجتماع تربیتی اور تنظیمی دونوں پہلوؤں پر محیط رہا۔ رفقائے کراچی، کوئٹہ اور راولپنڈی اپنی تمام تر تنظیمی ہیئت کے ساتھ اجتماع میں شریک ہوئے۔ آزاد کشمیر گلگت، فیصل آباد، ملتان، دہاڑی کی ابتدائی مراحل طے کرتی ہوئی تنظیموں کے رفقاء اک ولولۂ تازہ لیے شریکِ اجتماع تھے۔ اور یقیناً اس ولولۂ تازہ کی آبیاری امیر تنظیم اسلامی نے بڑی جان کاری سے کی۔

ابتدائے اجتماع ۲۵ مئی کو بعد نماز مغرب امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب سے ہوا۔ جس میں امیر محترم نے سورۃ المدثر کی ابتدائی چار آیات کی روشنی میں فریضۂ اقامت دین اور اس کے لوازم اور تقاضوں پر گفتگو کی۔ پہلے روز کی کارروائی نماز عشاء پر اختتام پذیر ہوئی۔

۲۶ مئی کے پروگرام کا آغاز جناب ڈاکٹر تقی الدین صاحب نائب امیر تنظیم اسلامی سندھ کے درسِ حدیث سے ہوا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ولایت کی منزل اول یعنی ذکر الٰہی کی ضرورت اور اس سے حاصل ہونے والے نتیجہ یعنی قرب الٰہی کا احادیثِ رسولؐ کی روشنی میں بڑے ناصحانہ انداز میں درس دیا۔

اس روز کی نشستِ دوئم میں امیر محترم نے دین کی جانب سے مسلمانوں کی اجتماعی

اور انفرادی ذمہ داری کا تصوّر اور اس ذمہ داری کے جملہ مراتب کو واضح کیا۔ درس کی دوسری نشست میں امیرِ محترم نے سورہ نور کی آیات ۵۴ تا ۵۶ اور ۶۲ تا ۶۴ کی روشنی میں سمع و طاعت اور امیر و مامور کے تعلق پر مبنی تنظیمی ہیئت کو اجاگر کیا اور واضح کیا کہ تنظیم اسلامی اس نہج پر کام کر رہی ہے۔

۲۶ مئی کے تیسرے پروگرام میں پاکستان میں قائم مختلف علاقائی تنظیموں کا تعارفی سلسلہ شروع ہوا۔ تنظیم اسلامی کراچی کی تاسیس سے مئی ۸۴ء تک کی مختصر رپورٹ جناب ڈاکٹر تقی الدین نے پیش کی۔ اسی روز بعد نمازِ عصر کے اجتماع میں تنظیم اسلامی کوئٹہ کی روئیداد جناب میاں محمد نعیم نے پیش کی۔ اس رپورٹ کی خاص بات ان اصحاب کے عزمِ صمیم کا ذکر تھا جنہوں نے نہی عن المنکر کے معاملے کو اپنی ذات سے شروع کیا اور سودی نظام پر مبنی بنک کی ملازمت کو ترک کیا۔ اور جنہوں نے شادی و مرگ کے ضمن میں تمام غیر اسلامی رسومات کو ترک کر کے جہادِ عملی کا آغاز کر دیا۔ اس رپورٹ نے یقیناً تمام ساتھیوں کو عزمِ نو عطا کیا۔

۲۶ مئی کا آخری پروگرام امیرِ محترم کے چار روزہ درسِ قرآن کے پروگرام کی دوسری کڑی تھا۔ جس کے ذریعہ امیرِ محترم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں نظامِ بیعت پر سیر حاصل بحث کی۔ آج کے درسِ قرآن سے، جو سورہ شوریٰ کی آیات ۱۳ تا ۱۵ پر محیط تھا، دین اور شریعت کا فرق واضح کیا۔ اصحابِ رسول اور ان کے بعد کے اہلِ ایمان کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے امیرِ محترم نے یہ بات سمجھائی کہ تفرقہ و افتراق کے نتیجے میں خود وارثینِ کتاب ہی کتاب کے معاملہ میں شک میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اس طرح دین سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ پس ہر داعی حق کو لازم ہے کہ وہ اقامتِ دین کے لیے سرگرمِ عمل ہو، اور راہ سے ہٹے ہوئے لوگوں کی تقلید میں یا خوشنودی کے لیے کام نہ کرے بلکہ اللہ کے دین کی طرف ہی لوگوں کو دعوت دے۔

۲۷ مئی۔ آج کے پروگرام کا آغاز بھی بعد نمازِ فجر جناب ڈاکٹر تقی الدین کے درسِ حدیث سے ہوا۔ دوسری نشست بسلسلہ نظمِ جماعت میں امیرِ محترم نے نظمِ جماعت سے متعلق احادیث کا درس دیا۔ بمطابق پروگرام تیسری اور چوتھی نشست تنظیم اسلامی کی ذیلی تنظیموں کے تعارف پر مبنی تھی۔ آخری نشست بعد نمازِ مغرب ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیمِ

اسلامی کے درسِ قرآن پر مبنی تھی۔ آج کی نشست میں امیرِ محترم نے سورہ شوریٰ کی آیت سورہ فتح کی آیات ۲۸ اور ۲۹ کی روشنی میں اقامت دین کے ایک اہم رخ یعنی "نظام عدل کا بذریعہ اقامتِ دین قیام" پر تفصیلی بحث کی اور اقامتِ دین کے لیے قائم ہونے والی جماعت میں شامل لوگوں کے شب و روز کے اوصاف اور معاشرہ کے ساتھ ان کے برتاؤ کے پہلوؤں کو اجاگر کیا۔

۲۸ مئی کا آغاز بھی رفقائے تنظیم نے نمازِ فجر کے بعد درسِ حدیث میں شمولیت سے کیا۔ آج کا درس بھی ڈاکٹر تقی الدین صاحب نے ذکرِ الٰہی کے مدارج پر دیا۔ آج کی دوسری نشست میں امیرِ محترم کا درسِ قرآن بسلسلہ اسلامی نظمِ جماعت، سورہ انفال کی آیات ۴۵، ۴۶ اور ۴۷ اور سورہ آلِ عمران کی آیات ۱۵۲ اور ۱۵۹ پر مبنی تھا۔ اس درس کا ماحصل اطاعت امیر تھا کہ مامورین کو بر دائرہ معروف کے اندر رہتے ہوئے اپنے امیر کی سمع وطاعت کے نظام پر مبنی اطاعت کرنا لازم ہے وگرنہ نظمِ جماعت تہہ و بالا ہو جائے گا۔ اور جماعت کے اندر انتشار اور افتراق پیدا ہو جائے گا۔ امیر موصوف نے نہایت فصاحت کے ساتھ امیر اور مامور کے تعلق پر روشنی ڈالی اور عفو و درگزر اور ایک دوسرے کے لیے استغفار کی بنیاد پر ان تعلقات کی استواری پر زور دیا۔

آج کی نمازِ مغرب تک کی بقیہ نشستوں میں تنظیمی امور پر گفتگو رہی۔ بعد نمازِ مغرب کی آج کی نشست ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے درسِ قرآن پر مبنی تھی جو کہ انہوں نے سورہ آلِ عمران کی آیات ۱۰۲ تا ۱۰۴ کی روشنی میں دیا۔

۲۹ مئی کے پروگرام کے آغاز پر ذکر و فکر پر مبنی احادیث کے درس سے ہوا جو کہ ڈاکٹر تقی الدین صاحب نے دیا۔ دوسری نشست میں بسلسلہ نظم جماعت امیر تنظیم اسلامی کا درسِ قرآن تھا۔ جو کہ سورہ المائدہ کی آیات ۵۴ تا ۵۶ اور سورہ المجادلہ کی آیات ۹ تا ۱۱ اور ۲۱ تا ۲۲ پر مشتمل تھا۔ اس میں امیرِ محترم نے دینی جماعت میں ارتداد کا مفہوم اور اس کے مضمرات، نجویٰ اور اس سے پیدا شدہ نتائج اور آدابِ مجلس کا تفصیلی ذکر کیا۔ اور رفقائے تنظیم پر واضح کیا کہ ان باتوں سے پرہیز جماعت کے لیے ازبس ضروری ہے۔

نمازِ مغرب سے پہلے کی نشست میں حسبِ معمول تنظیمی امور زیرِ بحث رہے۔ بعد نمازِ مغرب آج امیرِ موصوف کا خصوصی خطاب تھا جو کہ سورہ فتح کی آیات ۱۰ اور ۱۸ اور

سورۃ الممتحنہ کی آیت ۱۲ پر درس کی شکل میں تھا۔ لیکن آغازِ درس سورہ توبہ کی آیات ۱۱۱ اور ۱۱۲ سے ہوا کہ اللہ نے مومنین کے ساتھ جنت کا سودا ان کے جان و مال کے بدلے میں کر لیا ہے۔ کہ وہ اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگائیں۔ امیرِ موصوف نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنا مال و جان کھپانے والوں کی شیرازہ بندی کی صورت کی وضاحت کی اور تفصیلاً بیان کیا کہ یہ جماعت سمع و طاعت کی بنیاد پر بیعت کے ذریعہ قائم ہونے والی جماعت ہی ہو سکتی ہے۔ امیر موصوف نے اس اختتامی درسِ قرآن میں حاضرینِ مجلس کے سامنے تنظیم اسلامی کی دعوت کو کھول کر پیش کیا۔

۳۰ مئی کا دن خصوصی اہمیت کا حامل دن تھا کہ وطنِ عزیز کے چپہ چپہ سے آئے ہوئے رفقاء کی روانگی اور اس سے پہلے امیرِ محترم کا خصوصی اختتامی خطاب تھا۔ امیرِ موصوف نے تنظیم کے قیام سے اب تک کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے خوشی و اطمینان کا اظہار فرمایا کہ کل جس قافلہ کے دہ واحد فرد تھے، آج اس میں سالارِ قافلہ کو جاں نثار ساتھی میسر آ گئے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس قافلے نے اب سفر کا آغاز کر دیا ہے۔ بعد نمازِ ظہر بیرونِ لاہور سے آئے ہوئے رفقاء کی روانگی تھی۔ کہ وہ تو ولولۂ تازہ، جذبۂ جاوداں اور عزمِ لازوال لیے اقامتِ دین کے سفر پر رواں دواں ہو گئے۔ لیکن رفقائے لاہور کو افسردگی اور وقتی فراق دے گئے۔ انشاء اللہ العزیز یہ قافلہ اپنی منزل (یعنی صرف اور صرف رضائے الہی) کے حصول کی طرف استقلال اور جذبۂ صادقہ کے ساتھ رواں دواں رہے گا اور اللہ کی رحمت سے ہمیں امید ہے کہ اس کے شرکاء جنت الفردوس میں بھی شرکاء ہی ہوں گے۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافہ اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقہ کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ فیصل آباد۔ فون: ۳۶-۳۱ / ۲۳۹۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سانیو

SANYO

AIRCONDITIONERS REFRIGERATORS & FREEZERS

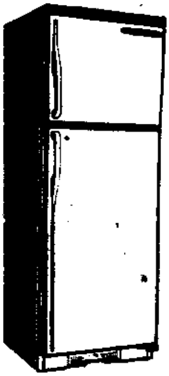

NO-FROST REFRIGERATORS

with exclusive features

- Two door with built-in lock.
- Spacious freezer compartment with drainage system, a new feature.
- Indicator pilot light on front door.
- In 4 pleasing colours (Green, Gold, Almond and White).
- One Year free service and 5 Years Guarantee on Compressor.

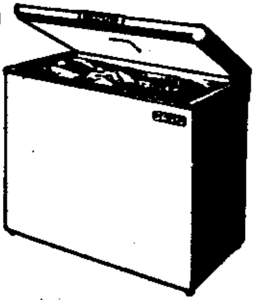

CHEST/UPRIGHT FREEZERS

AIR-CONDITIONERS

new in utility
with higher efficiency

Capacity: 1½ Ton, 18000 BTU/h
Noiseless Operation.
Trouble Free Service. Auto Deflector (Swing System).
Brown Teak Wood finish Grill.

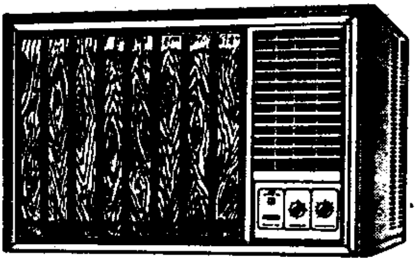

Available at all SANYO Authorised Dealers

MANUFACTURED/ASSEMBLED IN PAKISTAN

SPECIAL ATTENTION: Please ensure that you get your Worldwide Trading Company's 5 year Guarantee Certificate in order to avail free after Sales Service.

SOLE AGENTS IN PAKISTAN FOR ALL SANYO PRODUCTS

WORLDWIDE TRADING CO.

(SANYO CENTRE)
GARDEN ROAD, SADDAR, KARACHI. PHONES: (PABX) 525151-55 (5 Lines)
CABLE: "WORLDBEST" TELEX: 25109 WWTCO PK

786/WW 109/83

امپورٹ - ایکسپورٹ کا قابلِ فخر ادارہ

ربی بو انٹرنیشنل

برآمدی اشیاء

آرٹ سلک فیبرکس گارمنٹس ⁂ بیڈ شیٹس
کاٹن کلاتھ ⁂ کاٹن گارمنٹس ⁂ احرام تولیہ ⁂ تولیہ
ہینڈی کرافٹس ⁂ لکڑی کا فرنیچر۔

درآمدی اشیاء

لاکھ دانہ ⁂ سٹکر فلم ⁂ سوچ سٹارٹر
ربڑ لیٹکس ⁂ پولیسٹر ریان۔

مرکزی دفتر

I فلور غلام رسول بلڈنگ ۶ شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور

ذیلی دفاتر: کراچی - فیصل آباد۔

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا
جسمیں جنگ کی بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کیلیے
بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲۔ ایمپرس روڈ۔ لاہور

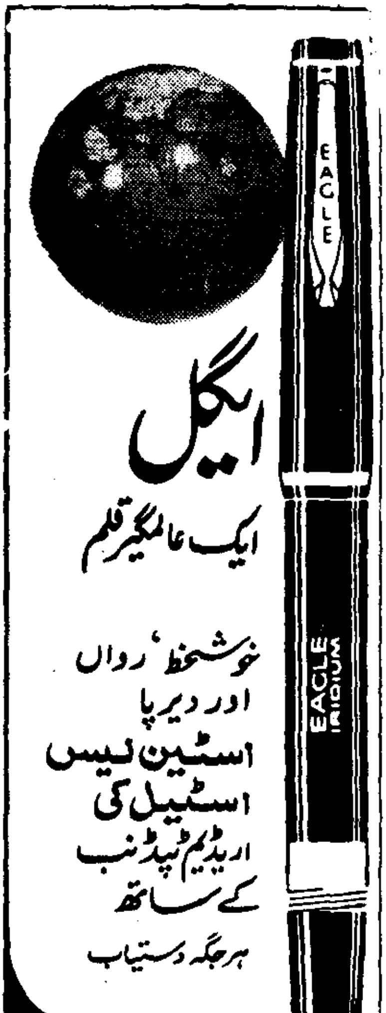

مرکزی انجمن خدام القرآن - لاہور

کے چھٹے سالانہ

محاضراتِ قرآنی

میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کے دو فکر انگیز خطابات

(١)

جہاد بالقرآن

زیر طباعت ہے -

(٢)

اسلامی انقلاب

کیلئے

التزامِ جماعت

اور

مسئلہ بیعت

ان شاء اللہ العزیز
... کے وسط میں منصۂ شہود پر
آ جائے گا -

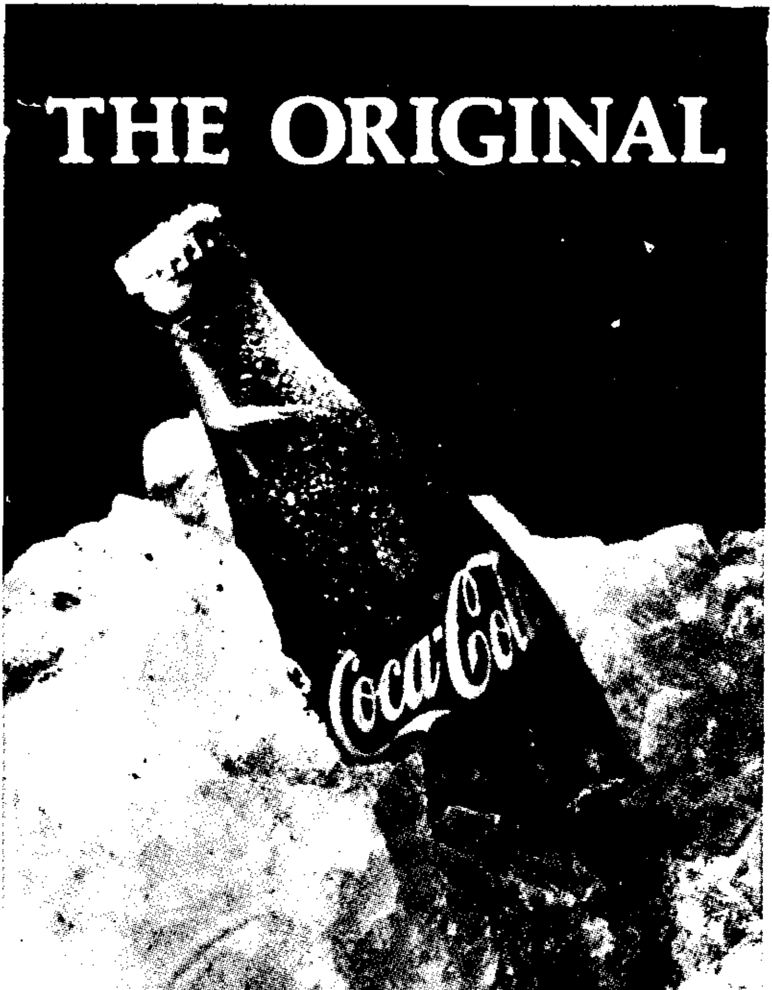
THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.
paragon

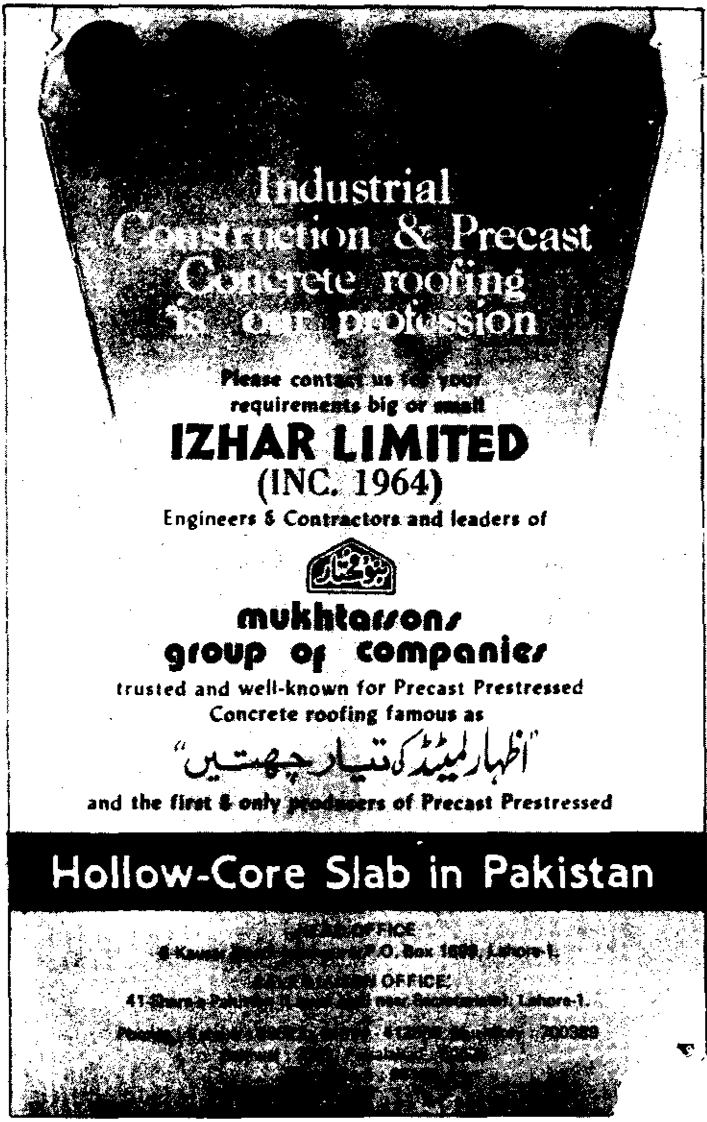
Industrial
Construction & Precast
Concrete roofing
is our profession
Please contact us for your
requirements big or small
IZHAR LIMITED
(INC. 1964)
Engineers & Contractors and leaders of
mukhtarsons
group of companies
trusted and well-known for Precast Prestressed
Concrete roofing famous as
"اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں"
and the first & only producers of Precast Prestressed
Hollow-Core Slab in Pakistan

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی مجلس منتظمہ کے فیصلے کے مطابق آئندہ

قرآن اکیڈمی رفاقت (فیلوشپ) اسکیم

کے لئے نوجوانوں کے انتخاب کیلئے تمہید کے طور پر

دو سالہ تدریسی نصاب

کا سلسلہ شروع کیا جائیگا جسمیں پہلے سال اکثر وبیشتر وقت عربی قواعد وادب کی تعلیم پر صرف ہوگا (مزید ضمناً کچھ فارسی بھی پڑھائی جائیگی!) اور دوسرے سال تفسیر قرآن میں مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب (مرتبہ ڈاکٹر اسرار احمد) حدیث شریف میں مشکوٰۃ المصابیح، منطق میں مرقاۃ، اصول فقہ میں نورالانوار اور فقہ میں نورالایضاح اور منتخب حصے کنزالدقائق کے پڑھائے جائیں گے ــــ اور جو نوجوان اس کورس کو کامیابی سے پورا کر لیں گے اور اُن کے بارے میں محسوس ہوگا کہ تحقیقی وتخلیقی کام کی صلاحیت رکھتے ہیں صرف ان ہی کو رفاقت سکیم میں لیا جائے گا۔

اس کورس کے لئے ایم اے ۔ ایم ایس سی ــــ اور بی اے، بی ایس سی کے امتحانات کم از کم سیکنڈ ڈویژن میں پاس شدہ نوجوانوں کو لیا جائے گا اور اس دو سال کے عرصے کے دوران مقدم الذکر کو ایک ہزار روپے ماہانہ اور موخر الذکر کو آٹھ سو روپے ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔ اگرچہ اس میں سے ماہ بماہ ادائیگی صرف پچھتر فیصد کی ہوگی (یعنی علی الترتیب -/۷۵۰ اور -/۶۰۰ روپے ماہانہ) بقیہ پچیس فیصد انجمن کے پاس اُن کے حساب میں جمع رہے گا اور کورس کی کامیابی کے ساتھ تکمیل پر یکمشت ادا کر دیا جائے گا۔ جو طالبعلم درمیان میں چھوڑ جائیں گے یا اُن کے نامناسب طرز عمل یا غیر تسلی بخش رفتار کار کی بنا پر اکیڈمی ان کا اخراج کرے گی اُن کی یہ جمع شدہ رقم ضبط کر لی جائے گی!

اس کورس کا آغاز ان شاءاللہ یکم اگست ۸۴ء سے ہوجائے گا۔ شمولیت کے خواہاں نوجوان زیادہ سے زیادہ ۱۵ جولائی تک اپنی درخواستیں اپنی سندات کی نقول کے ساتھ زیر دستخطی کو قرآن اکیڈمی، ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۴ کے پتے پر ارسال کردیں۔

نوٹ

ایم بی بی ایس، بی ڈی ایس اور بی ایس سی انجنیئرنگ کو بھی (اور ایم ایس سی کے مساوی شمار کیا جائے گا)

المعلن: ڈاکٹر ابصار احمد، آنریری ڈائرکٹر، ق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ

ایک اور اعزاز

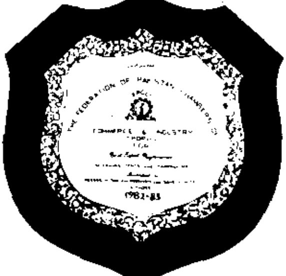

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گزشتہ سالوں کی طرح ۸۳-۱۹۸۲ء کے دوران
بھی ہماری بہترین برآمدی کارکردگی اور وطن عزیز کے لیے کثیر زرمبادلہ کمانے پر فیڈریشن آف
پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی جانب سے ہم ایک بار پھر

بہترین برآمدی کارکردگی کی ٹرافی

کے مستحق قرار پائے

یہ ٹرافی جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان نے ایک پُروقار تقریب میں اپنے ہاتھوں سے ہمیں عطا فرمائی۔

ھمیں خیمے۔ ترپالین اور کینوس کی دیگر مصنوعات کے سب
سے بڑے برآمدکنندگان ہونے کا بجاطور پر شرف حاصل ہے۔

SNDS

حاجی شیخ نورالدّین اینڈ سنز لمیٹڈ

پاکستان میں کینوس مصنوعات کے سب سے بڑے برآمدکنندگان

ہیڈآفس: حفیظ چیمبرز۔ ۸۵۔ شاہراہ قائدِ اعظم، لاہور ۱ (پاکستان)

فون: ۳۰۶۴۶۸ - ۳۰۵۴۶۹، تار: شاھی خیمہ ٹیلکس: 44543 NOOR PK

ایکسپورٹ آفس: ۶۱۶-۶۱۴ کامرس سینٹر، چھٹی منزل، حسرت موہانی روڈ۔ کراچی ۱ (پاکستان)

فون: ۲۱۳۵۴۰ - ۲۱۳۳۸۷، تار: 'TARPAULIN' ٹیلکس: 25480 NOOR PK

Regd. L. No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 33 | JULY 1984 | No. 7

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچاکر
قومی معیشت کو
مستحکم بنائیے

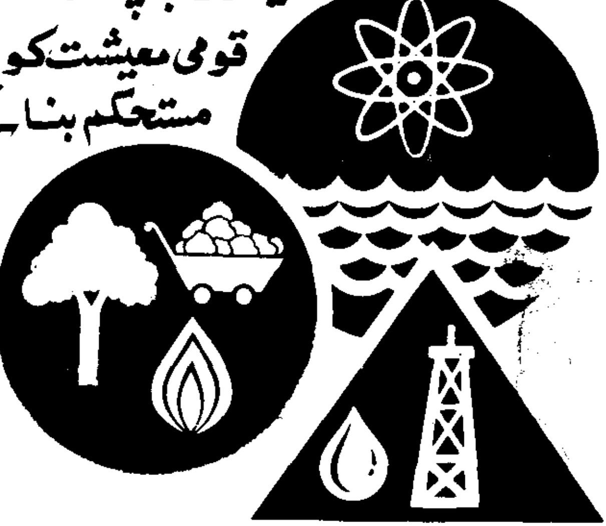

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے۔ توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں۔ ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی۔

قدرتی گیس بہت زیادہ قیمتی ہے
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SNGPL 4/80

paragon